بہائیت
اور اس کے معتقدات
www.KitaboSunnat.com
مصنفین
پروفیسر نذیر احمد بھٹی
چیئرمین قرآنک عریبک فورم
نور محل روڈ بہاولپور پاکستان
ڈاکٹر عبدالروف ظفر
چیئرمین سیرت چیئر
اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور پاکستان
قرآنک عریبک فورم
نور محل روڈ بہاولپور پاکستان

بہائیت اور اس کے معتقدات

پروفیسر نذیر احمد بھٹی
چیئرمین قرآنک عربیک فورم
نور محل روڈ بہاول پور (پاکستان)

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر
چیئرمین سیرت چیئر
اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور (پاکستان)

قرآنک عربیک فورم
نور محل روڈ - بہاول پور - پاکستان

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر: قرآنک عریبک فورم، نور محل روڈ، بہاول پور پاکستان

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ صدیقیہ نور محل روڈ بہاول پور (فون نمبر ۸۷۵۹۹۸-۰۶۲۱)

قیمت: ۲۰۰ روپے (دو سو روپے)

تعداد: ایک ہزار

سال اشاعت: مارچ ۱۹۹۹
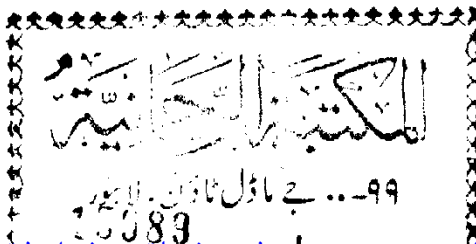
کتاب ملنے کا پتہ

۱ - مکتبہ امدادیہ، مکہ مکرمہ

۲ - مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور

۳- مکتبہ علمیہ، لیک روڈ لاہور

۴- مکتبہ العلم آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد

۵ - نعمان پبلشنگ کمپنی، اردو بازار لاہور

۶ - فاروقی کتب خانہ، ملتان

۷ - درخواستی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن، کراچی

۸- مدرسہ عمر بن خطابؓ، مسجد بیت الحمد کورنگی-۳، کراچی- ۳۱

۹ - مکتبہ حقانیہ پشاور

۱۰ - مکتبہ جامعہ صدیقیہ، نور محل روڈ بہاول پور

عنوانات

اظہارِ تشکر

ہم محترم پروفیسر میاں عبدالمجید استاد شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج ملتان' مولانا محمد شریف حصاری خطیب جامع مسجد اہلحدیث کراچی' قاری غلام یٰسین صدیقی' جامعہ صدیقیہ بہاولپور اور قاری سیف الرحمٰن مکہ مکرمہ کے تعاون کے شکر گزار ہیں۔ ان کے علاوہ ابو بکر قدوسی مکتبہ قدوسیہ لاہور کے بھی ہم شکر گزار ہیں کہ انہوں نے بڑے قلیل وقت میں اس کتاب کی اشاعت میں ہم سے خصوصی تعاون کیا۔

مصنفین

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

پیش لفظ

اقبال نے حق و باطل کی تاریخی کشمکش کو بڑی خوبصورتی سے ایک

مصرعہ میں پیش کر دیا ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

تخلیقِ آدم کے موقع پر ابلیس نے جو چیلنج دیا تھا کہ میں دائیں اور بائیں، سامنے اور پیچھے سے حملہ آور ہونگا اور تیرے مخلص بندوں کے سوا انسانوں کو گمراہ کرونگا اس کی کارفرمائی کو تاریخ کے ہر دور میں اور کرہ ارض کے ہر کونہ میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ گذشتہ دو سو سال میں گو بے شمار فتنے اٹھے ہیں لیکن اہل حق نے ماضی کی روایت کو قائم رکھتے ہوئے ان کا سر کچلنے کی کوششیں کی ہیں اور اللہ کے دعوے کے مطابق "جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا وہ بالآخر نسیاً منسیاً ہوئے۔

ایران، عراق، برصغیر پاک و ہند اور اب یورپ اور امریکہ میں جن

فتنوں نے گمراہی کا جال بچھانے اور بہت سے کم علم لوگوں کو اپنے اس جال میں پھانسنے میں کچھ کامیابی حاصل کی ہے ان میں قادیانیت کے ساتھ بہائیت کا بھی ایک خاص مقام ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس دور میں جتنے بھی فتنے مذہب کے لباس میں رونما ہوئے ہیں ان میں چار چیزیں مشترک ہیں:

۱- نبی پاک ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار یا کم از کم اس بارے میں شبہات اور اختلافات پیدا کرنے کی کوشش۔

۲- اسلامی شریعت کے مکمل اور ابدی ضابطہ حیات ہونے کا انکار اور شریعت میں تنسیخ و تعبیر کے نام پر آقائے نامدار محمد مصطفیٰ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی جگہ اپنی من مانی شریعت کی ترویج جس سے اخلاق، قانون اور نظام تہذیب و تمدن کا وہ نقشہ ہی بدل جاتا ہے جو اللہ اور رسول ﷺ کا منشاء اور مطلوب ہے۔

۳- جہاد سے فرار اور اسلام کو زندگی کی غالب اور تہذیب گر قوت بنانے کے تصور کی نفی اور مسلمانوں کو سیاسی محکومی اور تہذیبی غلامی کے لئے آمادہ کرنا بلکہ اس ذلت اور مغلوبیت کی زندگی کو مطلوب اور قابل بنا کر پیش کرنا تاکہ غلبہ حق کی تمنا اور جستجو بھی باقی نہ رہے اور دنیا کی ظالم اور

غاصب قوتیں چین سے اپنا تسلط قائم رکھ سکیں۔

۴۔ بظاہر یہ فتنے مسلمانوں کے اندر سے اُبھرے ہیں لیکن دراصل ان میں سے ہر ایک کا شجرہ نسب بیرونی طاقتوں اور وقت کی غالب قوتوں سے مل جاتا ہے اور خصوصیت سے ان کے پیچھے باطنیت کے علمبرداروں اور صیہونی عناصر کا ہاتھ صاف دیکھا جا سکتا ہے۔ فری میسن جو مختلف شکلوں میں تین ساڑھے تین ہزار سال سے مذہبی، سیاسی، معاشی اور تہذیبی فتنوں کا سرچشمہ رہے ہیں ان کا کوئی نہ کوئی رشتہ ہمارے اپنے دور کے تمام ہی مذہبی فتنوں سے موجود ہے۔

بہائیت جس نے انیسویں صدی میں عالم اسلام پر یورپین اور خصوصیت سے برطانوی سامراج کے غلبہ کے بعد سر اٹھایا اس نوع کے فتنوں میں سے ایک ہے۔ مسلم ممالک میں بھی یہ ڈھکے اور چھپے سرگرم عمل ہے۔ یورپ اور امریکہ میں بھی اسلام کے مدمقابل ایک مذہبی تحریک کے طور پر مصروف کار ہے۔ مسلمانوں کو خصوصیت سے نئی نسل کو اس فتنہ کے اصل خدوخال سے آگاہ کرنا اور اس کی فتنہ سامانیوں سے محفوظ رکھنا وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔

میرے پرانے ساتھی اور تحریکی رفیق پروفیسر نذیر احمد بھٹی اور جناب

پروفیسر ڈاکٹر عبدالروف ظفر نے بڑی محنت اور تحقیق سے "بہائیت اور اس کے معتقدات" پر یہ مفید کتاب تیار کی ہے جس میں اس فتنہ کی مختصر تاریخ، اس کے عقائد، اسلام کی بنیادوں پر اس کے حملوں پر، ضروری حوالوں کے ساتھ بحث کی گئی ہے اور ابطال باطل کی اس مفید اور مدلل سعی کے ساتھ مثبت طور پر بھی اسلام کے ان عقائد اور اس کے پورے نظام زندگی کا ایک مجمل نقشہ قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کر دیا ہے تاکہ احقاق حق کا فریضہ بھی ادا ہو سکے۔

میں نے ان کی اس کتاب کا مطالعہ شوق سے کیا ہے اور مجھے کوئی شک نہیں کہ یہ ایک مفید علمی اور دعوتی خدمت ہے جس کا اصل اجر تو انشاء اللہ وہ اپنے مالک سے پائیں گے جس کے دین کے دفاع کے لئے انہوں نے یہ گرانقدر خدمت انجام دی ہے لیکن انشاء اللہ عام قارئین کے لئے بھی اس میں اتنا قیمتی مواد ہے کہ وہ فتنہ بہائیت کو سمجھنے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اس کتاب کو نہایت مفید پائیں گے۔ کتاب کا مزاج علمی اور اسلوب آسان اور دعوتی ہے اور مؤلفین نے اپنی ہر بات کو قابل اعتماد حوالوں سے مزین کیا ہے جس نے اس مطالعہ کی علمی اور تحقیقی حیثیت کو مزید بڑھا دیا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ ان کی یہ علمی کوشش بہت

سے لوگوں کو بہائیت کے فتنے کو سمجھنے اور اس سے محفوظ رکھنے میں بڑی

مفید اور معاون ہو گی۔

خورشید احمد

مکہ مکرمہ ۹ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

۲۷ دسمبر ۱۹۹۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

"الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ،
ونومنُ بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور
انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یہدہ اللّٰہ فلا
مضلّ لہ، ومن یّضللہ فلا ھادی لہ، ونشھد ان
لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد انّ
محمداً عبدہ ورسولہ، سیّد الرّسل وخاتم
الانبیاء" اما بعد!

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے جس کے اصول و ضوابط
اس نے انسانی فطرت کے مطابق بنائے ہیں۔ ابتدا ہی سے اسلام
کے خلاف بہت سی سازشیں ہوئیں۔ اس کو مٹانے کی بہت کوشش
کی گئی لیکن فرمان خداوندی کے مطابق اسے مٹانے والے خود مٹ
گئے فرمایا:

"یریدون لیطفؤا نور اللّٰہ بافواھھم واللّٰہ

متم نورہ ولو کرہ الکافرون (الصف)

صدیاں بیت گئیں اور اس نور الہیٰ کی روشنی کو دھندلانے کے لئے کفار اور مشرکین نے ہزاروں کوششیں کیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فتنے پیدا ہوئے۔ دشمنوں نے کئی جال بچھائے دور خلافت راشدہ میں ان فتنوں نے سر اٹھایا مگر امّت کے پاکیزہ اجتماعی کردار نے ان کو پنپنے نہ دیا۔ جہاں دوسرے فتنے اٹھے وہاں جھوٹے نبیوں نے بھی اپنی کذب بیانیوں سے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا۔ لیکن یہ محض اللہ رب العزت کا خصوصی کرم ہے کہ جب بھی باطل نے سر اٹھایا اسے کچل کر رکھ دیا گیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسیلمہ کذاب نے نبوّت کا دعویٰ کیا لیکن اس کو کافر و مرتد قرار دیتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے خلیفہ اوّل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں اس کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔

انیسویں صدی میں جب کفّار نے مسلمان ممالک کو اپنے قبضہ میں لیا تو مسلمانوں کے آزادی اور جہاد کے جذبے کو کچلنے کے لئے یہ گھناؤنی سازش کی۔ کہ اسلام کا نام لے کر نئے نبی پیدا کئے جائیں اور وہ اسلامی عقائد کی تردید کرتے ہوئے نئے عقائد کا پرچار

کریں۔ اس میں انیسویں صدی بہت اہم ہے۔ جس میں اسلامی ممالک میں جھوٹے نبی پیدا کئے گئے اور استعمار نے ان کی ہر طرح سے مدد کی ان کو اپنے ملکوں میں جھوٹ کا پرچار کرنے کی کھلی اجازت دی۔ ان کو اعلیٰ ملازمتیں پیش کیں اور ہر طرح سے سہولتیں دے کر مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے کی مذموم کوشش کی۔ ان سازشیوں نے خاص طور پر جہاد کے جذبے کو مٹانے کے لئے ان مذاہب کو استعمال کیا اور ان جھوٹے نبیوں نے اعلان کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں بلکہ نبوت کا سلسلہ کسی نہ کسی طرح جاری ہے اور ان میں سے ہر ایک نے کہا کہ اللہ نے میرے ذریعے اب نیا مذہب بھیجا ہے اور اس مذہب نے جہاد کو حرام قرار دیا ہے۔

یہ نظریات لے کر برصغیر ہند و پاک میں مرزا غلام احمد قادیانی پیدا ہوا اور ایران میں مرزا علی محمد باب اور پھر اس کی روحانی اولاد میں حسین علی مازندرانی بہاء اللہ اور اس کا بیٹا عباس عبدالبہاء آفندی پیدا ہوئے۔

ان تمام لوگوں کے جھوٹے دعاوی اور مکر و فریب کا پردہ

ہمیشہ چاک کیا جاتا رہا۔ ہماری یہ کوشش اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

ہم نے بہائیت کے بانی بہاء اللہ کے عقائد و نظریات پر اس کی کتابوں سے بحث کی ہے اور اسلام کے نظریہ ختم نبوت اور جہاد پر مفصل کلام کیا ہے۔ اسلامی نظام زندگی کا خلاصہ بھی پیش کر دیا ہے تاکہ حق واضح ہو جائے اور باطل کے پاس کوئی دلیل نہ رہے۔ اس کتاب کی ترتیب میں جن احباب اور اداروں نے تعاون کیا اس میں مکہ مکرمہ کے ایک بزرگ بہت نمایاں ہیں جنھوں نے اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی خواہش فرمائی ہے۔ اس طرح سے برطانیہ میں پروفیسر خورشید احمد صاحب اور ڈاکٹر محمد مناظر احسن صاحب نے اسلامک فاؤنڈیشن کی لائبریری سے حوالہ جات کی تلاش میں بے حد مدد و رہنمائی فرمائی بلکہ چند کتب کی فوٹو کاپیاں بھی مرحمت فرمائیں۔

بابیت و بہائیت کے موضوع پر پاکستان میں علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ نے کئی سال پہلے کافی تحقیقی کام عربی زبان میں کیا تھا اگرچہ ان کی کتب ناپید ہو گئی ہیں یا ایک سازش کے تحت ان کی

کتب مارکیٹ سے غائب کر دی گئی ہیں لیکن الحمد للہ سخت جدوجہد سے ہم نے ان کی کتب کو تلاش کیا اور ان سے استفادہ کیا۔

ہم اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور کے شیخ الجامعہ پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیق خان اور پروفیسر محمد یوسف فاروقی ڈین فیکلٹی آف اسلامک لرننگ کے بھی شکر گزار ہیں جنھوں نے اس تحقیقی کام کی تکمیل کے لئے ہماری حوصلہ افزائی کی۔ ہم ان سب مصنفین کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جن کی کتابوں سے ہم نے استفادہ کیا۔

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی چیئرمین انٹر نیشنل ختم نبوّت موومنٹ (یو۔کے)، مولانا سعید احمد عنایت اللہ مکہ مکرمہ اور مولانا عزیز الرحمن جالندھری جنرل سیکرٹری عالمی مجلس ختم نبوّت ملتان پاکستان اور ڈاکٹر الشیخ محمد سعید باد نجکی ندوی ڈائریکٹر اسلامک سنٹر مانچسٹر برطانیہ و سیکرٹری اسلامک کونسل یورپ کا بھی ہم بطور خاص شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنھوں نے اس کام میں ہم سے تعاون فرمایا۔

کتاب کے عنوانات پر ایک نظر ڈالنے سے ہی آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ ہم نے بہائیت کے باطل عقائد کی تفصیل

بیان کی ہے۔ اس پر نقد و جرح کی ہے مگر مثبت طور پر ہم نے اسلام کے نظریات بھی واضح کر دیئے ہیں۔ مقصد صرف ابطال باطل نہیں بلکہ احقاق حق بھی ہے۔ صراط مستقیم واضح ہے ہدایت کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ ہم بھی اس سے ہدایت کے طالب ہیں اور پڑھنے والے سے بھی درخواست ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ہدایت کی توفیق مانگیں وہ بے حد مہربان رحم فرمانے والا ہے۔

تحدیث نعمت کے طور پر یہ بھی عرض ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس سال رمضان المبارک میں مؤلفین کتاب ہذا کو حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت سے نوازا۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔ اس مبارک سفر میں نامور عالمی مفکر اور دانشور، معروف ماہر معاشیات، تحریکِ اسلامی پاکستان کے ذی احترام قائد، سابق وفاقی وزیر حکومت پاکستان، سابق ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن پاکستان، سابق سینیٹر، معروف مصنف اور محقق مدیر "ترجمان القرآن" لاہور اور چیئرمین اسلامک فاؤنڈیشن لیسٹر، انگلینڈ، جناب پروفیسر خورشید احمد صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ انہوں نے ازراہ

عنایت ہماری درخواست پر اس کتاب کا بغور مطالعہ فرمایا اور نہایت فاضلانہ پیش لفظ تحریر فرمایا جو ہماری کتاب کی زینت ہے۔ ہم ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہم سے یہ کام لیا۔ اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کی ختم نبوت کی اس حقیر خدمت کے صلہ میں ہماری خطاؤں کو معاف فرمائے اور روز حشر ان کی شفاعت سے سرفراز فرمائے۔ آمین!

وما توفیقنا الا باللّٰہ العلی العظیم

پروفیسر نذیر احمد بھٹی

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

بہاول پور

باب اوّل

بہائیت کا پس منظر

بہائیت کے بارے میں مفصّل گفتگو سے پہلے یہ مناسب ہو گا کہ اس کے وجود پذیر ہونے کا کچھ پس منظر سامنے رہے۔

دراصل بہائیت سے قبل مرزا علی محمد باب نے اپنی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا اور اس نے باب کے لقب سے اپنی خرافات کی اشاعت شروع کی جس میں اس نے اپنی وحی کو منزل من اللہ اور نبوت کو آسمانی قرار دیا۔

انیسویں صدی میں استعماری طاقتوں نے جس طرح سے خلافت عثمانیہ کو ختم کیا اور دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کی ان کے مقابلے کی سکت صرف مسلمانوں میں تھی۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے حرّیت و آزادی اور غیر اللہ کے سامنے سر نہ جھکانے کی روح مسلمانوں میں پھونکی تھی نیز

جذبہ آزادی کا منبع مسلمانوں کا عقیدہ جہاد تھا اور رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات حقہ کا بے پناہ اثر تھا کہ توحید کے متوالے ہر باطل سے ٹکرا جاتے تھے۔

چنانچہ کفار و مشرکین نے اس راز کو سمجھ لیا اور روح آزادی اور جذبہ جہاد کو مسلمانوں سے ختم کرنے کے لئے جھوٹے نبیوں کا ایک سلسلہ شروع کیا۔

جدید دور کے جھوٹے نبیوں کے سلسلہ کے تینوں مشہور اشخاص یعنی مرزا غلام احمد قادیانی، مرزا علی محمد باب اور مرزا حسین علی مازندرانی میں سے ہر ایک استعماری طاقتوں کے آلہ کار کے طور پر آگے بڑھا۔ مسلمانوں کے اندر سے ختم نبوت کے عقیدہ کو ختم کر کے جہاد کو حرام قرار دینے کا عمل شروع کیا۔ سب نے انگریزوں اور دیگر کافرانہ قوّتوں کی تعریف و توصیف کی اور مسلمانوں کو غلامی کی زندگی گزارنے پر راضی کرنے کی سازش میں حصہ دار بنے۔ ان تینوں کی کتابیں استعمار کی تعریف سے بھری پڑی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ میں اللہ کا شکر ادا کرتا

ہوں کہ اس نے مجھے برطانوی حکومت کے زیر سایہ پیدا کیا میں ان کی حمایت کی وجہ سے اپنی تبلیغ کر رہا ہوں مجھ پر واجب ہے کہ اس محسن حکومت کا شکر ادا کرتا رہوں۔ کیونکہ اس حکومت کے علاوہ کسی اور حکومت کے اندر میں اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا"(۱)۔

مرزا غلام احمد نے یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ اس نے حکومت برطانیہ کی تعریف میں اتنی کتب لکھی ہیں کہ ان سے ایک الماری بھر جاتی ہے۔ اس لئے انگریزوں کو بھی میرا خیال رکھنا چاہیئے۔ اس طرح سے اس نے اپنے لئے مفادات حاصل کئے۔

اسی طرح سے مرزا علی محمد باب اور اس کے پیرو کاروں نے بھی ہمیشہ استعمار کے ساتھ تعلقات استوار رکھے بابی ان کی تعریفیں کرتے اور بوقت ضرورت ان سے مدد لیتے اگر کسی مسلمان حکومت نے ان کے خلاف کوئی بھی کاروائی کی تو یہ لوگ فوراً اپنے کافر آقاؤں سے التجائیں کرتے اور ان کو یقین دلاتے کہ ہم تمہارے ہیں۔ تمہارے لئے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کر رہے ہیں مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں لہذا تم ہماری ہر طرح سے مدد کرو اور مسلمانوں

کے خلاف کاروائیوں میں ہمارا بھرپور ساتھ دو چنانچہ کاشانی کہتا ہے

کہ ملا محمد علی زنجانی الملقب بحجّہ نے غیر ملکی سفیروں سے رابطہ کیا۔

اُن کے وزراء کو خط لکھے تو انہوں نے ایرانی حکومت کو بابیوں کے

خلاف کاروائی کرنے سے روکا اور محمد علی نے ایرانی بادشاہ کو

بابیوں کے خلاف کاروائی کرنے پر سخت زجرو توبیخ کی (۲)۔

بوقت ضرورت بیرونی طاقتیں ان کو اسلحہ کے استعمال کی

تربیت بھی دیتی تھیں اور اسلحہ بھی فراہم کرتی تھیں تاکہ یہ

مسلمانوں سے لڑسکیں (۳)۔

بہائیوں نے بھی مرزائیوں اور بابیوں کی طرح اپنے مخالفین

کو ختم کرنے اور استعماری طاقتوں کو خوش کرنے کی پالیسی اپنائی۔

یہ الگ بات ہے کہ بہائیوں کے خلاف ایران ترکی اور فلسطین کے

مسلمانوں نے تقریباً یکساں پالیسی اختیار کی وہ بہائیوں کو کافر و مرتد

سمجھتے تھے مگر یہود و نصاریٰ نے ان کی بھرپور مدد کی اور ان کی

حکومتوں کی یہ تعریفیں کرتے اور ان سے مدد لیتے رہے بلکہ آج تک

بہائیت کے مراکز اور تبلیغی سلسلے انہی ملکوں میں زیادہ ہیں۔ لندن

کے ایک خوبصورت علاقے میں سارے یورپ کے لئے ان کا بڑا

مرکز ہے۔ جہاں ان کے وسیع پروگرام ہوتے ہیں اور جہاں سے اپنے لٹریچر کی اشاعت کرتے ہیں اسی طرح شکاگو میں ان کا ایک انٹرنیشنل ہیڈکوارٹر قائم ہے۔

مرزا حسین علی نے خود زارِ روس کی ان الفاظ میں تعریف کی۔

"اللہ تمہاری مدد کرے۔ جب میں تہران میں اسیر تھا تو آپ کے سفیروں نے رہائی کے لئے میری مدد کی۔ اللہ آپ کے درجات بلند کرے" (۴)۔

ان کے مذکورہ حالات و واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ ملت اسلامیہ کے غدار تھے اور کافروں کے دوست اور ایجنٹ تھے۔

بہائیت کی مختصر تاریخ

بہایت کا موٴسس مرزا حسین علی ایران کے شہر مازندران کی بستی نور میں پیدا ہوا اس کی تاریخ پیدائش ۱۲ نومبر ۱۸۱۷ء بمطابق ۲ محرم ۱۲۳۳ھ ہے۔ اس کے والد کا نام مرزا عباس بزرگ نوری تھا جو کہ وزارت مال میں ملازم تھا۔ اس کی نو بیویاں تھیں جن میں حسین علی کی ماں کا نمبر پہلا تھا۔ یہ اولاد میں تیسرے نمبر پر تھا۔ اس کے خاندان کے روسی سفارت خانہ تہران کے ساتھ تعلقات تھے۔

اس کا ایک بھائی روسی سفارت خانہ میں کاتب تھا اور اس کی وہاں بڑی قدر و منزلت تھی۔ اس کا بہنوئی مرزا مجید تہران میں روس کے سفیر کا سیکرٹری تھا۔

بچپن میں اس نے شیعہ مذہب اور تصوّف کی کتب پڑھیں۔ تیرہ سال کی عمر تک یہ ہر موضوع پر گفتگو کر سکتا تھا۔ خاص کر شیعیّت اور تصوف اس کے پسندیدہ موضوعات تھے۔

اگرچہ رسالہ سلطانیہ میں اس نے بعد میں یہ ظاہر کیا کہ میں اُمّی ہوں جب کہ اس کے بیٹے نے اس کے بارے میں یہ بتلایا کہ اس نے تصوف اور شیعہ مذہب کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی۔ اس بات سے اس کے جھوٹے ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

اس کی کتابوں میں اکثر تصوف کی کتب، مذاہب باطنیہ، کلامیہ اور پرانی کتب کے سرقات ملتے ہیں۔ بطور مثال اس کی کتاب لوح ابن ذئب میں مکہ شہر کی فضیلت پر شیعہ مذہب کی موضوع روایات بیان کی گئی ہیں۔ اس کتاب میں اس نے بہت سے حوالے توراۃ، انجیل، زبور، صحف سماویہ اور قرآن کریم کے دیئے ہیں اور کتب شیعہ اور کتب تصوف سے عبارتیں نقل کی ہیں اور حسب منشا ان سے اپنے مطالب اور معانی نکالے ہیں۔ اسی طرح اس نے اپنی کتاب "ایقان" میں جو اس نے باب شیرازی کی تائید کے لئے بغداد میں لکھی تھی۔ اس میں بھی بہت سے اقتباسات ان کتابوں کے شامل کئے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے ان علوم اور کتب کو بالاستیعاب پڑھا ہے۔ اس سے بھی اس کے اُمّی ہونے کے دعوے کی تردید ہوتی ہے۔

اس کے چھوٹے بھائی مرزا یحیٰی نے بھی یہ بات کہی کہ میرے بھائی نے باقاعدہ باب شیرازی کی کتابیں اپنے ہم سبقوں کے ساتھ مل کر پڑھیں (۵)۔

مرزا حسین علی مازندرانی کی بابی مذہب میں شمولیت

مئی ۱۸۴۴ء بمطابق ۱۲۶۰ھ میں اس نے مرزا علی محمد باب شیرازی کی دعوت کے وقت ہی اس کے دین کو قبول کر لیا جبکہ اس کی عمر ۲۷ سال تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کو کوئی عہدہ یا منصب ملے گا مگر اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی اس نے اس کے لئے بدشت کی کانفرنس میں بابیوں کی مغنیّہ قرۃ العین کا قرب حاصل کیا وہ اس کے حسن وجمال جوانی اور اشعار سے متاثر ہو گئی اور بعد میں اس کے مذہب کی مؤثر معاون بنی۔

بہاء اللہ کی منافقت و بزدلی

بہاء اللہ نہایت بزدل آدمی تھا اور مسلمانوں اور ایران کی حکومت کے خلاف خفیہ سازشیں اور تدبیریں کرتا رہتا تھا لیکن کسی معاملہ میں ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ اس کی گھٹی میں بزدلی اور مکاری تھی۔ اس کی مکاری کا نمونہ یہ ہے کہ بابیوں نے حکومت کے خلاف جو بھی کاروائی کی اس میں شامل نہ ہوا۔ جب کہ باقی سب لوگ حتی کہ قرۃ العین بھی اس میں شامل تھی۔ صرف حرب طبرسی میں وہ اس وقت شامل ہوا جب اُسے تمام اطراف سے مجبور کر دیا گیا اور پھر بھی یہ اس میں خفیہ طور پر شامل رہا۔ مشہور مستشرق براؤن نے اس کے بارے میں یہ لکھا کہ وہ حکمرانوں کے سامنے جھک جاتا تھا اور بزدلی اور نفاق کے سبب وہ عاجزی دکھاتا تھا جبکہ باقی بابی محمد شاہ قاچاری کے بارے میں سخت الفاظ لکھتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ جہنمی ہے(٦) جب کہ بہائی اس کے متعلق خوشامد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ جنتی ہے(٧)۔

استعمار کا ایجنٹ

در اصل بہاء اللہ کے استعماری طاقتوں سے تعلقات تھے اور یہ روس اور برطانیہ کے لئے کام کرتا تھا۔ اس کا ثبوت خود بہائیوں کی شہادتوں سے ملتا ہے روسی حکومت نے اس سے آمل میں رابطہ کیا اور اس کو ہر طرح کا تعاون پیش کیا (۸)۔

جب بہائیوں نے ناصر الدین قاچار کے خلاف سازش کی تو روسی سفارت خانے نے اس کو پناہ دی۔ ایرانی حکومت نے اسے مانگا مگر روسی سفیر نے ایران کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ اسے آقا خان رئیس الوزراء کے گھر بھیج دیا اور سرکاری طور پر خط لکھا کہ اس کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ روس نے اسے اپنا شہری قرار دیا اور باقاعدہ اسے شہریت دی۔ نبیل الزرندی مشہور بہائی مورخ لکھتا ہے کہ ایرانی حکومت نے حکم صادر کیا کہ بہاء اللہ کو ایک ماہ میں بغداد بھیج دیا جائے تو طہران میں موجود روسی سفیر نے بہاء اللہ کو جلدی سے یہ پیشکش کی کہ وہ روس چلا جائے تو حکومت روس اس کی حفاظت و میزبانی کرے گی (۹)۔

اسی طرح اس کے انگریزوں کے ساتھ تعلقات کی شہادت

بھی اس کے ہندوستانی بہائی داعی حشمت علی کی زبانی یہ ہے کہ اگر روس کا سفیر اور برطانوی سفیر دونوں ایرانی حکومت کے سامنے سفارش نہ کرتے تو تاریخ اس عظیم شخص کے ذکر سے خالی ہوتی(۱۰)۔

ان تمام شہادتوں سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح یہ شخص بھی انگریزوں کا پروردہ تھا اور استعماری طاقتوں کا ایجنٹ تھا۔ اس کے علاوہ جب بہاء اللہ بغداد سے نکلا تو نہ صرف روس نے بلکہ اسے انگریزوں نے بھی اپنی شہریت دے دی اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ استعمار کا ایجنٹ تھا۔

اس شخص نے اسرائیل کے قیام اور خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے لئے انگریزوں کا بھرپور ساتھ دیا۔ اسے انگریزی حکومت نے مسلمانوں کی جاسوسی کی بنا پر کئی تمغے دیئے۔ جبکہ ظاہری طور پر یہ شخص مسلمانوں سے اور خلافت عثمانیہ کے خیر خواہ کی حیثیت سے نمایاں ہونے کی کوشش کرتا تھا جس سے اس کی منافقت اور کردار کا گھٹیا پن ظاہر ہوتا ہے(۱۱)۔

باب کو جب ۱۹ جولائی ۱۸۵۰ء میں قتل کردیا گیا تو اس

کے بعد بہاء اللہ گرفتار کر لیا گیا اور اسے پابہ زنجیر تہران لایا گیا مگر سفارت خانوں کی مداخلت کے سبب اسے سزائے موت نہ دی جا سکی۔ البتہ "سیاہ چال" قید خانہ میں ڈال دیا گیا جہاں یہ چار ماہ تک قید رہا۔ اسی زمانے میں اس نے کتاب ایقان ۱۸۶۱ء سے ۱۸۶۲ کے دوران تحریر کی (۱۲)۔

بغداد کی طرف جلاوطنی اور بغداد کے مسلمانوں کی مخالفت

تہران سے یہ لوگ بغداد منتقل ہوئے تو جلد ہی وہاں کے مسلمانوں سے، ان کی بد اعتقادی اور اسلام دشمنی کے سبب، ان کے اختلافات شروع ہو گئے۔ ان میں بھی کئی فرقے بن گئے اور وہ بھی ایک دوسرے کے درپئے آزار ہو گئے۔ بغداد کے مسلمانوں نے مقامی حکومت کو ان کے غلط عقائد سے آگاہ کیا اور مطالبہ کیا کہ ان کو یہاں سے نکالا جائے (۱۳)۔

اس دوران بغداد میں ایران کے سفیر مرزا حسین خان نے عثمانی حکومت سے مطالبہ کیا کہ ان کو بغداد سے نکال دیا جائے تا کہ ایران کے بابی ان کی حرکات سے متاثر نہ ہوں۔ عثمانی حکومت نے ان کو بغداد سے استنبول اور پھر قسطنطنیہ کی طرف نکال باہر کیا۔ یہ تمام واقعات ۱۸۶۳ء میں رونما ہوئے۔

دعوائ نبوت

مرزا حسین علی بغداد سے اپنے اہل و عیال اور پیروکاروں کے ساتھ استنبول چلا گیا۔ اور وہاں جا کر اس نے اپنے ظہور کا اعلان کر دیا۔ اس نے دعوٰی کیا کہ وہ اللہ کا فرستادہ ہے اور نور خدا ہے اللہ کی طرف سے روشنی ہے بلکہ کبھی کبھی یہ بھی کہتا تھا کہ میں خود ہی اللہ ہوں اس کے ان تمام دعاوی کا ذکر اس کے ایک پیروکار نے کیا ہے (۱۴)۔

جب اس نے نجیب پاشا کے باغ میں قیام کیا وہیں اپنے خاص لوگوں کے سامنے اس نے دعوٰی نبوت کیا اس باغ کو اس نے باغ رضوان کا نام دیا اور اسی دن اس کے پیروکار عید مناتے ہیں یہ واقعہ ۱۸۶۳ء کے لگ بھگ کا ہے جبکہ اس کی عمر تقریباً ۵۰ سال تھی۔ مشہور مستشرق براؤن نے اس کے دعوے کا سال ۱۸۶۷ء لکھا ہے کہ جب یہ ادرنہ پہنچا تو وہاں اس نے یہ دعوٰی کیا کہ وہ ارادہ الہیہ کا مظہر اوّل ہے۔ جس کی اس کے مرشد باب نے خوشخبری دی تھی۔ اس دعوٰی پر اس کا بھائی اس کا مخالف ہو گیا اور ان دونوں کے درمیان ناراضگی پیدا ہو گئی اور بابی فرقہ کے دیگر لوگوں میں بھی اختلاف پیدا ہو گیا (۱۵)۔

جب یہ شخص قسطنطنیہ پہنچا تو وہاں پر سلطنت عثمانیہ کے مہمان کے طور پر رہنے لگا۔ یہ شخص اتنا سفاک تھا کہ بابیوں میں سے جن لوگوں نے اس کی مخالفت کی اس نے ان کو چُن چُن کر قتل کروایا اور کئی مخالفوں کو زہر کے ذریعے ہلاک کرا کر اپنا راستہ صاف کیا۔ حتّٰی کہ اس نے اپنے بھائی کو نہ بخشا اور اسے قتل کرانے کی غرض سے زہر دیا اور اپنی مشہور پیرو کار قرۃ العین کے سسر کو بھی اس نے قتل کرایا۔ کیونکہ وہ ان کے مذہب کا مخالف تھا۔ جب اس نے اپنے مخالفین کو ختم کر دیا تو پھر خوب کھل کر اپنی نبوت کا اظہار کرنے لگا۔ لیکن حکومت عثمانیہ نے وہاں سے نکال کر ۱۸۶۸ء میں فلسطین کے شہر عکہ بھیج دیا اور اس کے بھائی مرزا یحیٰی کو قبرص بھیج دیا۔ اس طرح تقریباً ساڑھے چار سال ادرنہ میں قیام پذیر رہ کر عکہ پہنچا۔

جب اس نے اپنے آپ کو اس شخصیت جسے اللہ ظاہر کرنے کا ارادہ کرتا ہے، کے روپ میں پیش کرنا شروع کیا تو اس نے خود کو ایک نئے دین کا بانی اور نئی شریعت کا علمبردار کے طور پر پیش کیا۔ اس نے خود کو شریعت البیان کے ناسخ کے طور پر

ظاہر کیا۔ جس طرح سے اس پہلے شیرازی نے "شریعت فرقان" یعنی قرآن کریم کو منسوخ کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ گویا اس نے زور شور سے یہ دعوٰی کیا کہ اس سے پہلے کی تمام شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں اور وہ ایک مکمل، جامع اور جدید دور کی ضروریات کی حامل خداداد شریعت لے کر ایک ہزار سال بعد پیدا کیا گیا ہے۔ جن بابیوں نے اس کی جھوٹی نبوّت کو قبول کر لیا وہ بہائی کہلائے اور ان کے مذہب کا نام بہائیہ پڑ گیا۔ جن لوگوں نے اس اس دعوے کو قبول نہ کیا وہ ازلیہ یا بابیہ کہلائے۔

عکہ میں جب اسے نظر بند کیا گیا تو صیہونیوں نے اس سے راہ و رسم بڑھائی اور ان کو یہ یقین ہو گیا کہ اس شخص کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف کام لیا جا سکتا ہے چنانچہ انہوں نے اس کی اتنی خاطر مدارات کی کہ وہاں داد عیش دینے لگا اور وہاں اسے ہر طرح سے راحت و آرام پہنچایا جانے لگا۔ اس شخص نے یہودیوں کا حق نمک اس طرح سے ادا کیا کہ مسلمانوں کے اندر ایک نئے دین کو متعارف کرنے کی کوشش کی اور شریعت محمدیہ کو قصہّ پارینہ کہنے لگا۔ یہ فخر کرتا تھا کہ اس کا زمانہ اسارت اس کے لئے قیام جنت سے کم نہ تھا

اس کے بارے میں وہ تلمیحات کی زبان میں باتیں کرتا کہ گویا اس کو یہ ناز تھا کہ گویا اس کو اسی زمانے میں ایک نیا دین عطا ہوا ہے کبھی وہ اپنے آپ کو من یظہرہ اللہ کہتا کبھی باب کہتا کبھی مہدی منتظر کہتا اور کبھی مجدد مگر آخر میں اس نے اپنے دعوے کو ایک نئے دین کے علمبردار اور نئی شریعت کے مظہر کے طور پر پیش کیا اور پھر اس دین کا پرچار کرنے لگا(۱۶)۔

بہاء اللہ نے صیہونیوں اور انگریزوں کی خواہشات کے مطابق اپنے تصور دین میں جو عقائد باطلہ داخل کئے ان میں مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح ایک یہ عقیدہ بھی تھا کہ جہاد حرام ہے حتی کہ کوئی شخص اپنے قاتل کا مقابلہ بھی نہ کرے اپنا دفاع بھی نہ کرے۔ اس نے جب دیکھا کہ اس کے دعاوی کو ماننے والے کافی پیدا ہو رہے ہیں تو اس نے پھر دعوٰی الوہیت و ربوبیت بھی کر دیا(۱۷)۔

اس کی وفات مئی ۱۸۹۲ء میں ہوئی اور وہیں عکہ ہی میں اسے دفن کر دیا گیا۔ وہ عبرتناک موت مرا جیسا کہ اس کے ایک بیٹے نے کہا کہ مرنے سے پہلے میرا باپ بہاء اللہ مجنون ہو گیا

تھا(۱۸)۔

اولاد و ازواج

اس کی تین بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی کا نام نوابہ خانم تھا جس کا لقب اس نے امّ الکائنات رکھا تھا۔ کہ معاذ اللہ رب اللہ کی زوجہ ہے۔ اس کے بطن سے اس کا بڑا بیٹا عباس آفندی پیدا ہوا جس کا لقب عبد البھا اور الغصن الاعظم" تھا بہاء اللہ نے اپنے وارث کے طور پر عباس کا نام تجویز کیا اور وصیّت کی کہ میرے بعد یہی وارث ہوگا۔ میرے پیروکار اس کی پیروی کرتے رہیں(۱۹)۔

مرزا علی محمد باب کے دعاوی

علی محمد باب نے پہلا دعویٰ یہ کیا کہ وہ باب القائم الموعود ہے پھر اس نے کہا کہ القائم ہے اور پھر اس نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور پھر اس نے نبی اور رسول، مستقل صاحب شریعت مستقلہ ہونے کا دعوٰی کیا اور یہاں تک کہ وہ ربویت اور الوہیت کا دعویدار بن بیٹھا۔ اس بات پر مرزا حسین علی ایمان لایا اور اس کے

ہر دعوے کو تسلیم کیا اور اس کے سچے پیرو کاروں میں سے ہو گیا۔ اس عرصے میں اسے جیل بھی جانا پڑا۔ جلدی بیماریوں میں مبتلا رہا اور پھر بالآخر وہ ایران سے جلاوطن کر دیا گیا(۲۰)۔

اس شخص کا معاذ اللہ یہ یقین تھا کہ علی محمد شیرازی باب معاذ اللہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑے رتبے والا ہے(۲۱)۔

وہ باب شیرازی کے کلام کو قرآن پاک سے بھی افضل خیال کرتا تھا معاذ اللہ(۲۲)۔

اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ شریعت اسلامیہ بابی شریعت سے منسوخ ہو چکی ہے یہی اعلان قرۃ العین نے بدشت کی کانفرنس میں کیا تھا(۲۳)۔

باب شیرازی نے اپنا خلیفہ مرزا یحیی کو بنایا تھا جس کا لقب صبح ازل تھا اور اس کا نام الوحید بھی شیرازی نے خود رکھا۔ مؤرخین کے نزدیک باب کا صحیح وارث تھا۔ لیکن بہاء اللہ اس تاریخی حقیقت کو جھٹلا کر خود وارث ہونے کا دعویدار بن گیا۔ بہاء اللہ پہلے پہل تو مرزا یحیی کو مانتا تھا مگر بعد میں اس نے اسے بھی کافر و مشرک

قرار دے دیا- بلکہ یہاں تک کہا کہ وہ نقطہ الظلمہ ہے(۲۴)-

گویا اب دو دعاوی ہیں-

اوّل یہ کہ مرزا علی محمد باب کہتا ہے کہ مرزا یحیی صبح ازل میرا نائب ہے اور سچا ہدایت یافتہ رہبر ہے لوگوں کو میرے بعد اس کی اطاعت کرنی چاہیئے-

دوسرا یہ ہے کہ مرزا حسین علی بہاء اللہ کہتا ہے کہ مرزا یحیی صبح ازل کافر مشرک کذّاب اور دجال ہے- نقطہ الظلمہ ہے- دیکھنا یہ ہے کہ کون سا دعوٰی سچّا ہے دونوں اپنے آپ کو منزل من اللہ اور مظہر خدا قرار دیتے ہیں- دونوں کے دعادی ایک دوسرے کے برعکس ہیں اگر ایک سچا قرار دیا جائے تو دوسرا لازماً جھوٹا ثابت ہوتا ہے- لیکن اگر غور کیا جائے تو دونوں ہی جھوٹے مکار اور دجّال قرار پاتے ہیں- اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا-

مازندرانی کا دعویٰ بھی یہ ہے کہ وہ من یظہرہ اللہ ہے جس کی بشارت باب شیرازی نے دی تھی(۲۵)-

لیکن اس کی تردید کرتے ہوئے شیرازی یہ کہتا ہے کہ من یظہرہ اللہ سنہ ۲۰۰۱ء کے بعد آئے گا(۲۶)- شیرازی نے یہ

بھی کہا کہ من یظہرہ اللہ اور میرے درمیان وقفہ اتنا ہو گا جتنا عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان تھا یا موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان تھا (۲۷)۔

کسی نئے نبی کی بعثت تب ہوتی ہے جب عقائد خراب ہو جائیں تو ان کی اصلاح کے لئے یا جب سابقہ انبیاء کی تعلیمات مٹ جائیں، گم ہو جائیں اور خلط ملط ہو جانے کے سبب ناکافی ہو جائیں تو پھر نئی تعلیمات لے کر ایک رسول آتا ہے یا سابقہ تعلیمات ادھوری ہوں ناقص ہوں زمانہ اور ملک بدل جائے تو پھر نیا رسول آتا ہے۔ لیکن جب زمانہ ایک ہو ملک ایک ہو پہلے نبی کی تعلیمات موجود ہوں تو پھر ایک نیا دعویدار نبوت کھڑا ہو جائے تو اس کا دعویٰ بھی پہلے کی طرح جھوٹا قرار پائے گا۔ باب شیرازی اور بہاء اللہ کا زمانہ ایک، ملک (ایران) ایک، تعلیمات ایک، زمانہ کے حالات ایک جیسے، تو آخر بہاء اللہ کے دعوے کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی یقیناً یہ دونوں جھوٹے اور کذاب تھے۔ بہائیوں نے خود اپنی کتب میں مذکورہ باتوں کا اظہار کیا ہے (۲۸)۔

اس نے مسیح موعود ہونے کا بھی دعوٰی کیا تھا۔ مگر اس نے

یہ بھی کہا تھا کہ مسیح موعود کے آنے کا زمانہ کون سا ہو گا چنانچہ مازندرانی اپنی کتاب الاقدس میں لکھتا ہے جس کے متعلق اس کا دعویٰ ہے کہ یہ سابقہ تمام کتب سماویہ کی ناسخ ہے جو ہزار سال پورے ہونے سے پہلے اس معاملہ کا دعویٰ کرے وہ مفتر اور کذّاب ہے(۲۹)۔

اس نے جب یہ کہا کہ ایک ہزار سال کے بعد نبی موعود آئے گا مگر باب شیرازی کی وفات کے تیرہ سال بعد ہی اس نے دعویٰ نبوت کر دیا تو گویا اس نے اپنے قول کی خود ہی تردید کر دی اور یہ دراصل جانتے بوجھتے استعماری طاقتوں کے آلہ کار کے طور پر مسلمانوں کے اندر تشکیک اور تفریق پیدا کرنے کا مشن لے کر آگے بڑھ رہا تھا(۳۰)۔

باب شیرازی سے اختلافات

باب شیرازی کے ساتھ اس کے کافی اختلافات تھے اگرچہ باب شیرازی کے سبب اس کی مقبولیت ہوئی اور یہ اپنے آپ کو اس کا پیرو کار کہتا تھا وارث بھی قرار دیتا تھا اور من یظھرہ اللہ بھی کہتا

تھا مگر اس کے باوجود اس نے باب شیرازی کی باتوں کو نہ مانا اس نے جو حرام قرار دیئے اس نے حلال قرار دیئے اور اس کے حلال کو حرام اسی طرح دوسرے کئی عقائد میں بھی اس نے باب سے اختلاف کیا ہے گویا اس کا یہ دعویٰ کہ وہ باب کا پیرو کار ہے اور باب علم ماکان ومایکون سے بہرہ ور ہے جھوٹ پر مبنی ہے (۳۱)۔

جب بہاء اللہ مازندرانی نے یہ دیکھا کہ وہ مسلمانوں کی مخالفت کر کے کامیاب نہیں ہو سکتا اور یہ حکمت اُس کے لئے کامیابی کا ذریعہ نہ ہو گی تو اس نے اپنے گروہ کے خلاف رائے دی کہ نہ تو مسلمانوں کا قتل کیا جائے نہ نقصان پہنچایا جائے بلکہ ان کے ساتھ مل جل کر رہا جائے (۳۲)۔

تالیفات

مرزا حسین علی بہاء اللہ نے کچھ کتابیں لکھی ہیں جن میں سے اکثر چند اوراق پر مشتمل ہیں اور اکثر سرقات ہیں۔ اس نے تمام کتب سماویہ بشمول قرآن کریم کی ناسخ کتاب اقدس کو قرار دیا ہے اس میں جا بجا آیات و احادیث کو کانٹ چھانٹ کر لکھا گیا ہے مگر

لغت کی بے شمار اغلاط کا پلندہ ہونے کے ساتھ معانی کے لحاظ سے بھی بے کار تصنیف ہے۔

اس کا یہ دعویٰ کہ اس نے کئی کتابیں لکھی ہیں حالانکہ چند اوراق پر مشتمل پمفلٹ کو کتاب کہنا مذاق ہے۔ یہ انہیں الواح کا نام دیتا ہے اور وہ ایک یا دو صفحات پر مشتمل ہوتی ہے ظاہر ہے یہ عام لوگوں کو دھوکا دینا ہے کہ "اس نے کثیر کتب تصنیف کی ہیں" اس کے معروف رسالوں کے نام درج ذیل ہیں:

۱ - کتاب الاقدس　　۲ - الرسالہ السلطانیہ

۳- لوح احمد　　۴- لوح علی

۵- سورۃ الامین　۶ - لوح طرازات

۷- بشارات　　۸- تجلیات

۹ - سورۃ الملوک

بہائی مذہب کے ماننے والے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بہاء اللہ کی کتب اور خاص کر کتاب اقدس منزل من اللہ ہے اور معاذ اللہ قرآن کریم سے بھی افضل ہے اور قرآن کریم کی ناسخ ہے۔ بہائی کہتے ہیں کہ وہ جو بھی لکھتا ہے الہامی ہوتا ہے اس کا اپنا یہ کافرانہ

قول بھی کتاب اقدس کے بارے میں ہے کہ

"من يقرا ايت من آياتي لخير له من ان يقرء كتب الاوّلين والاخرين" (۳۳)

بہائی عقیدہ کے مطابق بہاء اللہ کی کتب سے بڑھ کر نہ کوئی دوسری کتاب فصاحت و بلاغت میں موجود ہے نہ مقابلہ کر سکتی ہے (۳۴)۔ حالانکہ قرآن کریم کے بارے میں ایک صحیح حدیث یہ ہے کہ "فضل کلام اللہ علی سائر الکلام کفضل اللہ علی خلقہ" (۳۵)۔ اس کے ان دعاوی کا جائزہ، اس کی بعض عبارتوں سے پیش خدمت ہے۔ الایقان کے بارے میں بہائیوں کا عقیدہ ہے کہ یہ رحمٰن کے قلم سے لکھی گئی ہے (۳۶)۔

اس کی درج ذیل عبارت نمونے کے طور پر پیش ہے۔

"وعلى اللّه اتوكل وبه استعين لعلّ يجرى من هذا القلم ما يحيى به افئدة الناس ليقو منّ الكل عن مراقد غفلتهم وليسمعن اطوار ورقات الفردوس من شجرٍ كان في الرّوضَه الاحديه من آيد القدرة باذن اللّه مغروساً" (۳۷).

یہ ایک مثال ہے کہ کیا مذکورہ عبارت کسی طرح بھی قرآن

کریم کے مقابلے میں لائی جا سکتی ہے؟ اطوار و لیسمعن کسی طرح بھی اس مقام پر استعمال کرنے مناسب تھے کیونکہ اطوار عربی زبان میں اصناف کے معانی میں ہے یا طور کی جمع بمعنی تارۃً او مرّۃً ہے (مرتبہ) اسی طرح ورقات سے یہاں کیا مراد ہے؟ کیا یہاں اوراق الشجر (درخت کے پتے) مراد ہیں یا کتاب کے اوراق یا کچھ اور مراد ہے اور کیا اس سے پہلے سمع کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے؟ کتاب کے اوراق اور درخت کے پتوں کو پڑھا یا دیکھا جاتا ہے۔ سنا نہیں جاتا۔ عرب کے فصحا کبھی اس طرح استعمال نہیں کرتے۔

اس کی تمام تراکیب اور الفاظ بے جوڑ اور بے معنی ہیں جس کا احاطہ لاحاصل ہے (۳۸)۔

حوالہ جات

۱ - غلام احمد قادیانی، تحفہ قیصریہ، ص ۲۷، طبع ہند

۲ - مرزا جانی الکاشانی، نقطہ الکاف، ص ۲۳۳-۳۴

۳ - زرندی البھائی، مطالع الانوار، ص ۱۶۸

۴ - علامہ احسان الٰہی ظہیر، البابیہ، ص ۸

۵ - لاسلمت بہائی، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۵۴-

۶ - براؤن، مقدمہ نقطہ الکاف، ص ۳۸-

۷- الہمدانی، مرزا حسین، تاریخ جدید (برحاشیہ براؤن)، ص ۲۹۰-۹۱-

۸- عبدالحسین آوارہ، الکواکب الدریہ فی معاصر البھائیہ، ص ۲۸۴، طبع فارسی-

۹ - زرندی البھائی، مطالع الانوار، ص ۶۵۷-

۱۰ - حشمت علی البھائی، تعلیمات بہاء اللہ، ص ۸۱، طبع اردو آگرہ-

۱۱ - عباس آفندی، مکاتیب عبدالبہاء، ج ۲، ص ۳۱۲۔

۱۲ - دائرۃ المعارف للمذاھب والادیان، ج ۲، ص ۳۰۲ براؤن کا مقالہ البابیہ والباب۔

۱۳ - عبدالبہاء عباس، مقالہ سائح ص ۸۶

علامہ احسان الٰہی ظہیر، البہائیہ، ص ۲۹۔

۱۴ - لاسلمت بہائی، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۳۷-۳۸۔

۱۵ - بروکلمان، کارل، تاریخ الشعوب الاسلامیہ، ج ۳، ص ۶۶۸

دائرۃ المعارف للمذاہب والادیان، ج ۲، ص ۳۰۲۔

۱۶ - لاسلمت، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۴۳-۴۴۔

۱۷ - علامہ احسان الٰہی ظہیر، البھائیہ، ۴۲۔

۱۸ - عمر عنایت، العقائد، ص ۱۵۶ طبع قاہرہ البھائیہ، ص ۴۳۔

۱۹ - علامہ احسان الٰہی ظہیر، البھائیہ، ۴۵-۴۶۔

۲۰ - اردو دائرۃ المعارف، جلد ۵، ص ۹۸، بہاء اللہ و العصر الجدید، ص ۳۲۔

۲۱ - گولڈزہیر، العقیدہ والشریعہ، ص ۲۴۲۔

۲۲ - مازندرانی، مرزا حسین علی، لوح احمد، ص ۱۵۴۔

۲۳- عبدالحسین آوارہ، الکواکب الدریہ فی معاصر البھائیہ، ص ۱۲۹ طبع فارسی۔

۲۴- عبدالحسین آوارہ، الکواکب الدریّہ فی معاصر البھائیہ، ص ۳۹۲ فارسی

مقدمہ نقطہ الکاف ص "مد"۔

۲۵- لا سلمت بھائی، بہاء اللّٰہ والعصر الجدید، ص ۳۱- البھائیہ، ص ۵۰-

۲۶- علی محمد، البیان والبرھان، بحوالہ البھائیہ، ص ۵۱-

۲۷- براؤن، مقدمہ نقطہ الکاف، ص کج و کد-

۲۸- علی محمد شیرازی، البیان والبرھان، ج ۲، ص ۲۲ طبع پاکستان۔

۲۹- مرزا حسین علی مازندرانی، الاقدس بحوالہ البھائیہ، ص ۵۵-

۳۰- لاسلمت بھائی، بہاء اللّٰہ و عصر جدید بحوالہ البھائیہ، ص ۵۵-

۳۱- المازندرانی، اشراقات، ص ۹۴، البھائیہ، ص ۵۷-

۳۲- عبدالبھا عباس آفندی، مکاتیب ج ۲، ص ۲۶۶ بحوالہ البھائیہ، ص ۵۷-

۳۳- مازندرانی، الاقدس بحوالہ البھائیہ، ص ۲۲۲-

۳۴- الجلبائی جانی، ابحج البھیہ، ص ۱۲۴-۱۲۵-

۳۵- الترمذی، السنن، مع تحفۃ) ج ۴، ص ۱۱۶، ابواب فضائل القرآن

الدارمی، السنن، ج ۲، ص ۴۴۱، باب فضل کلام اللہ علیٰ سائر الکلام

۳۶- جلبائی جانی، مجموعہ رسائل، ص ۳۶، قاہرہ، ص ۱۹۲۰م-

۳۷- مازندرانی، الایقان، ص ۱۴، پاکستان، سنہ ۱۹۵۵ء-

۳۸- تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو البھائیہ المقالہ الخامس: المازندرانی ولغتہ، ص ۲۲۱ تا ص ۲۴۸

باب دوم

بہاء اللّٰہ مازندرانی کے باطل عقائد و دعاوی

"بہاء اللّٰہ نے سب سے پہلے تو مرزا علی محمد باب کے تمام دعووں کو تسلیم کیا اور اسے نبی مانا اور اپنے آپ کو اس کی بشارت قرار دیا جیسا کہ اس کے خیال میں عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشخبری دی تھی۔ ایسے ہی مرزا علی محمد باب نے مرزا حسین علی بہاء اللّٰہ کی آمد کی بشارت دی بہاء اللّٰہ نے مرزا علی محمد باب کے مذہب کو نہ صرف مانا بلکہ اس کے سچے پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتا رہا اگرچہ بعد میں جب بابیوں نے اس کے دعوئ نبوت اور من یظھرہ اللّٰہ اور نور خدا ہونے کو تسلیم نہ کیا تو وہ بابیوں سے الگ ہو گیا۔ شوقی آفندی کے بقول، اس نے بابیوں سے اس بات پر اختلاف کیا کہ باب کا دور ختم ہو چکا ہے اور اس کا زمانہ اب شروع ہو چکا ہے لہذا اسے نور خدا، مظہر خدا، مہدی، رسول حتیٰ کہ

اله و رب مانا جائے۔ بہاء اللہ کی کتب سے اس کی خرافات کا احاطہ ناممکن ہے مگر چند حوالے اس کے دعاوی اور باطل عقائد کے درج کئے جاتے ہیں تاکہ ہدایت کی راہ واضح ہو سکے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ جس کو چاہے ہدایت سے نواز دے۔ ہمارا مقصد وحید صرف یہ ہے کہ قارئین کو سچ اور جھوٹ کا اندازہ ہو سکے اور حق و باطل میں تمیز پیدا ہو جائے۔

۱- ۲۱ اپریل ۱۸۶۳ء کو بہاء اللہ نے پہلا دعویٰ یہ کیا کہ وہی موعود ہے جس کے متعلق علی محمد باب نے بشارت دی تھی اور اس کا نام من یظہرہ اللہ رکھا تھا(۱)۔

۲- مرزا حسین علی مازندرانی المعروف بہاء اللہ کہتا ہے کہ مرزا علی محمد باب نے ۱۸۶۰ء میں بشارت دے دی تھی اور ۱۸۸۰ء میں نورِ جدید اور روح بدیع سے دنیا منور ہو گئی(۲)۔

۳- اس نے دعویٰ کیا کہ مجھے ایک رات خواب میں یہ الفاظ سنائے گئے کہ "ہم تیری مدد تیرے ساتھ کریں گے اور تیرے قلم سے کریں گے جو بھی پریشانیاں تمہیں پہنچیں اس پر غم نہ کھانا اور خوف نہ کھانا تمہیں امن دیا گیا ہے عنقریب اللہ زمین کے خزانے

نکالے گا۔ لوگ تیری مدد کریں گے۔ تیرے ساتھ اور تیرے نام کے ساتھ اللہ عارفین کے دلوں کو زندہ رکھے گا" (۳)۔

۴- اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ اسے "ما کان" کا علم دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس نے ناصر الدین قاچار کو لکھا کہ "اے بادشاہ میں انسانوں میں سے ایک تھا بستر پر سویا ہوا تھا کہ اللہ پاک کی طرف سے مجھ پر خوشی کے لمحات آئے اور مجھے اس نے علم "ما کان" سکھایا۔ یہ میری طرف سے نہیں بلکہ "عزیز و علیم" کی طرف سے ہے اس نے مجھے حکم دیا کہ میں آسمانوں اور زمین کے درمیان اس کا اعلان کردوں" (۴)۔

۵- اگلا دعویٰ اس نے ایسا کیا کہ جس سے تفاخر اور تکبر ٹپکتا ہے وہ کہتا ہے کہ "اس اللہ کی تعریف جس نے نکتہ کو ظاہر کیا اور اس کا امتیاز یہ ہے کہ اس کو "علم ما کان وما یکون" دیا۔ اس کو اپنے نام کا منادی بنایا اور ظہور اعظم کا مبشر بنایا۔ یہ وہی ہے جس کا ذکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور روح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان سے پہلے کلیم اللہ نے کیا اور یہ وہی ہے جو تمام نبیوں کے دلوں میں پوشیدہ خزانہ تھا اور اصفیاء کے صدور میں مستور خزانہ تھا" (۵)۔

٦- اس نے پھر واضح طور پر مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس نے کہا کہ "آپ کے پاس روح دوسری مرتبہ آگیا ہے تاکہ اپنے قول اوّل کو پورا کر دے" (٦)۔ اور اس نے یہاں تک دعویٰ کر دیا کہ جان لو کہ جو آسمان پر اٹھایا گیا تھا وہ حق کے ساتھ نازل ہو گیا" (٧)۔

٧- مسیح علیہ السلام ہونے کے دعویٰ کو اس نے بغداد تک محدود رکھا اور پھر ادرنہ جا کر اس کو خیر باد کہتے ہوئے نبوّت کا دعویٰ کر دیا (٨)۔

٨- پھر اس نے خدائی صفات سے متصف ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا "کہ اس کا حکم پانی پر چلتا ہے اور عصمت کبریٰ کا مالک ہے اور وہ معصوم عن الخطاء والنسیان ہے۔ وہ ایسا نور ہے کہ جس کے بعد اندھیرا نہیں آسکتا۔ اور وہ ایسا حق ہے جس میں کوئی شک نہیں اور کس کو اس پر اعتراض کرنے کی اجازت نہیں اور کوئی اسے کیوں اور کیسے نہیں کہہ سکتا۔ جو اس پر اعتراض کرے وہ رب العالمین کی کتاب سے اعراض کرنے والوں میں سے ہے جو وہ کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے پوچھا نہیں جا سکتا" (٩)۔

٩- اس کے بعد اس نے براہ راست اپنے معبود ہونے کا دعویٰ کر

دیا اور اس نے کہا کہ "اگر آج باب شیرازی آجائے تو وہ بھی کہے گا کہ میں اس کا پہلا عبادت گزار ہوں" (۱۰)۔

۱۰ - اس کے بہائی معتقدین نے کہا کہ وہ منصب ربوبیت پر فائز تھا (۱۱)۔ بلکہ ایک ہندی بہائی نے یہاں تک لکھا ہے کہ "بہائی اعتقاد رکھتے ہیں کہ دور نبوت ختم ہو گیا ہے اور اسی بنا پر انہوں نے حسین علی مازندرانی کو نبی و رسول کہا مگر اب وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ ظہور خدا ہے بلکہ عین ظہور اللہ ہے (۱۲)۔

۱۱ - حیدر علی بہائی ایرانی نے کھلم کھلا یہ کہا کہ ہم بہا کی الوہیت کے قائل ہیں جو ہمیشہ زندہ ہے اور وہ بے مثال ہے اور قدیم الجمال ہے (۱۳)۔

۱۲ - بہاء اللہ یہاں تک معاذ اللہ کہتا ہے کہ "اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پالیں تو کہیں گے کہ "اے مقصود المرسلین ہم تمہیں پہنچانتے ہیں" اور اگر حضرت ابراھیم خلیل علیہ السلام پالیں تو وہ سجدہ ریز ہو کر کہیں گے کہ اے الہ جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے میرا دل مطمئن ہو گیا ہے" (۱۴)۔

۱۳ - اس نے یہاں تک یاوہ گوئی کی ہے کہ "میری شکل میں اللہ

دکھائی دیتا ہے میرا جمال اس کا جمال ہے میری ذات اس کی ذات ہے میری حرکت اس کی حرکت ہے میرا سکون اس کا سکون ہے میرا قلم اس کا قلم ہے میرے اندر حق کے سوا کچھ نہیں اور میری ذات میں اللہ دکھائی دیتا ہے"(۱۵)۔

۱۴ - اس کے بیٹے اور وارث نبوت عباس عبدالبہاء نے یہاں تک کہہ ڈالا کہ "میں بہاء اللہ کا بندہ ہوں اس کی کوئی مثال اور نظیر نہیں اس لئے سب لوگ اس سے دعا کریں یہی میرا مذہب ہے" (۱۶)۔

۱۵ - عباس عبدالبہاء آفندی نے یہ بھی کہا کہ "میں بہاء کا غلام ہوں اور میری حقیقت بہاء اللہ کی عبادت ہے اور جمال مبارک مازندرانی کے لئے ہی میری عبادت ہے۔ وہ میرا تاج ہے میرا معبود ہے زندوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ واحد جو کہ سچّا ہے یعنی اس کا باپ بہاء اللہ مازندرانی عبادت میں عبدالبہا کی مدد کریں"(۱۷)۔

یہ تمام دعاوی اور عقائد ثابت کرتے ہیں کہ قرآن و سنت کی تعلیمات کے برعکس اس نے توحید اور ختم نبوت کا نہ صرف مذاق اڑایا بلکہ خود نبوت کا دعویٰ کرتے ہوئے یہاں تک آگے

بڑھا کہ ربوبیت اور الوہیت کا دعویدار بن بیٹھا۔ ظاہر ہے کہ یہ سراسر شرک ہے اور اس کے کفر میں کسی کو کوئی کلام نہیں مگر بہائی لوگوں کو خصوصاً یورپ، امریکہ اور غیر مسلم دنیا کو دھوکہ دیتے ہیں کہ وہ ایک ایسی شریعت لے کر آیا ہے جو ان کی اغراض اور ناجائز خواہشات کی تکمیل کر سکتا ہے نیز ایک سازش کے تحت مسلمانوں کے خلاف اور قرآن و سنت کی سچی تعلیمات کی ضد میں سرگرم عمل رہا ہے۔ یقیناً اس کی تمام کاوش کے پیچھے استعماری دماغ کام کر رہے تھے۔ اسلام کے دشمنوں کو توحید خالص اور عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ جہاد کے عظیم تصوّر سے جو خوف لاحق تھا اس نے اسے دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا حال مرزا غلام احمد قادیانی سے مختلف نظر نہیں آتا اگرچہ عبادات میں مرزا قادیانی مسلمانوں کی پیروی کرتا ہے مگر ختم نبوت اور جہاد کا منکر ہے بعینہ بہاء اللّٰہ بھی ان عقائد اسلام کا منکر ہے۔ آج تک تمام امت کا اجماع ہے کہ مذکورہ عقائد رکھنے والا ہر شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بہاء اللّٰہ نے خود ہی اپنے آپ کو دائرہ اسلام سے باہر کر لیا ہے۔ وہ نئی نبوت اور نئی شریعت کا علمبردار

بن کر جھوٹے نبی کے دعوے کے ساتھ لوگوں کو ورغلانے کی کوشش کرتا تھا۔

ایک طرف بہاء اللہ الوہی صفات کا دعویدار بنتا ہے اور اپنے آپ کو مستغاث قرار دیتا ہے۔ لوگوں سے اپنی عبادت اور اپنے سے مانگنے کا متمنّی ہے مگر دوسری طرف وہ چیخ و پکار کرتا ہے اپنی تکلیف دکھ اور بیماری کا رونا روتا ہے۔ یہ کیسا رب ہے کہ جو اپنی تکلیف، پریشانی، جلا وطنی اور بیماری کو دور نہیں کر سکتا۔ غرض اس کے دعاوی میں اتنے تضادات ہیں کہ کوئی صحیح العقل شخص اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

علّامہ رشید رضا مصری نے جلبائی جانی سے اپنی گفتگو کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس نے بہاء اللہ کے متعلق یہاں تک کہا کہ وہ اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ ملک القدوس ہے وہی سبحان اللہ عمّا یشر کون ہے(۱۸)۔

علّامہ رشید رضا مصری نے اپنے مجلّہ میں بہائیوں کے بارے میں یہاں تک لکھا ہے کہ "بہائیہ باطنیہ فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے جو کہ در حقیقت بہاء کی عبادت کرتے ہیں اور اس کی الوہیت

اور ربوبیت کے قائل ہیں اور ان کی اپنی خاص شریعت ہے(۱۹)۔

ہر ذی شعور کو باسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ بہاء اللہ کیا تھا، کیا کہتا تھا، کیا اس کے عقائد تھے اور کتنے لغو اس کے دعاوی تھے۔ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ بہائی جھوٹے ہیں، ان کا نبی جھوٹا تھا اور ان کی شریعت جھوٹ پر مبنی ہے۔

حوالہ جات

۱ - لاسلمت بہائی، بہاء اللہ والعصر الجدید ص ۳۷، الکواکب الدریہ ص، ۲۵۸

۲ - المازندرانی، لوح العالم، ص ۲۲۲

۳ - المازندرانی، لوح ابن ذئب، ص ۱۷، طبع عربی

۴ - المازندرانی، الرسالہ سلطانیہ، ص ۳-۴

۵ - المازندرانی، اشراقات من المجموعہ، ص-۹۴-۹۵

۶ - مرزا محمد مہدی، مفتاح باب الابواب، ص ۳۸۶

۷ - مرزا محمد مہدی، مفتاح باب الابواب، ص ۳۸۲

۸ - مازندرانی، لوح احمد، ص ۳، طبع عربی

۹ - مازندرانی، اشراقات، ص ۱۰۳-۴

۱۰ - مازندرانی، تجلیات، ص ۱۷۳

۱۱ - الجلبائی جانی، الفرائد ص ۱۵-۱۶

۱۲ - مجلہ کوکب ہند نمرہ ۶ جلد ۶، الصادرۃ ۲۴ جون ۱۹۲۸

علامہ ظہیر، البھائیہ، ص ۷۰-۷۱

۱۳ - حیدر علی بہائی ایرانی، بہجتہ الصدور، ص ۳۶۷، طبع فارسی

۱۴ - مازندرانی، کتاب الاقدس بحوالہ البھائیہ، ص ۷۲

۱۵ - مازندرانی، سورۃ الھیکل نقل بحوالہ بہاء اللہ والعصر الجدید،

ص ۵۰

علامہ ظہیر، بہائیہ، ص ۷۳

۱۶ - خاوری، بدائع الاثار جلد ۲، ص ۱۳۹، طبع فارسی

۱۷ - عباس آفندی، مکاتیب عبدالبہاء، ص ۴۲۹

۱۸ - سیّد رشید رضا مصری، تاریخ الاستاذوالامام، ج ۱، ص ۸۳۶

۱۹ - مجلّہ المنار، ج ۱۳، عدد ۱۰، شوال سنہ ۱۳۲۸ھ

باب سوم

بہائیت کی تعلیمات پر ایک نظر

بہاء اللہ نے جو نیا دین پیش کیا اس میں مندرجہ ذیل پانچ تعلیمات بہت نمایاں ہیں:

۱ - وحدت ادیان

۲ - وحدت اوطان

۳- وحدت لسان

۴ - امنِ عالم بذریعہ ترک جہاد

۵ - مساوات مرد وزن

بہاء اللہ کے خیال میں اس کے مذہب کے یہی پانچ ارکان ہیں اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ تمام انسان اس کے محتاج ہیں اور انہی تعلیمات کے پیش کرنے کی بنیاد پر وہ نبی اور معبود بن گیا۔

یہ باتیں فلسفیانہ طور پر پیش کی گئیں لیکن ظاہر ہے کہ اگر

کوئی فلسفی بھی نئی فکر یا فلسفہ غلط یا صحیح پیش کرے تو وہ نبی نہیں بن سکتا۔ اگر اسے مان لیا جائے تو ارسطو، سقراط، افلاطون اور کانٹ وغیرہ جتنے فلسفی گذرے ہیں ان میں سے ہر ایک کو نبوت کا دعویٰ کرنا چاہیئے تھے۔ مگر وہ جانتے تھے کہ ان کا مقام کیا ہے۔ اگر بہاء اللہ کی باتوں پر غور کیا جائے تو زیادہ سے زیادہ فلسفیانہ موشگافیاں کہی جا سکتی ہیں جنہیں ادھر اُدھر سے سرقہ کیا گیا ہے لیکن اس بنا پر وہ نبی نہیں کہا جا سکتا۔ ان تمام باتوں کے باوجود ہم اس کی مندرجہ بالا تعلیمات کی تھوڑی سی وضاحت کرتے ہیں تاکہ بعد میں ان پر اسلامی نقطہ نظر سے نقد و جرح کر سکیں۔

وحدت ادیان

اس کی پہلی تعلیم وحدت ادیان ہے۔ اس کے متعلق یہ کہتا ہے کہ "اے اہل زمین ظہور اعظم میں ساری فضیلت ہے۔ ہم نے کتاب میں سے وہ مٹا دیا جو تفریق کا سبب تھا اور وہ باقی رکھا ہے جو کہ اتحاد و اتفاق کا سبب ہے" (۱)۔

ایک مقام پر اس نے یہ کہا ہے ہم نزاع اور جدال سے کتاب میں

آپ کو روکتے ہیں یہ اللہ کا حکم ہے، اس ظہور اعظم میں کہہ دیجیئے اے میرے بندو! آپ افتراق نہ کریں۔ اہل بہا سے میں توقع رکھتا ہوں کہ وہ اس کلمہ کو مضبوطی سے پکڑیں گے۔ اسی کلمے کے ساتھ مختلف جماعتیں اتحاد حقیقی کے نور سے کامیاب ہو جائیں گی (۲) اور ایک مقام پر اس نے یہ بات کہی ہے کہ باقی ادیان کے ساتھ خوشی کے ساتھ رہو (۳)۔

اس کا بیٹا عبدالبہا بھی اتحاد کا دعویٰ کرتا ہے "تمام کے لئے ضروری ہے کہ وہ تعصّبات کو چھوڑ دیں" (۴) اور ایک شخص کے جواب میں عبدالبہا کہتا ہے جس نے اس سے سوال کیا تھا کہ میں اسی طریقے پر رہوں جس میں، میں نے اپنی زندگی گزاری ہے۔

"آپ کے لئے یہ لائق ہے کہ آپ اس سے اس طریقے سے الگ نہ ہوں جو کہ آپ نے اپنایا ہوا ہے۔ بے شک بادشاہی کسی خاص گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ یہ آپ کے لئے ممکن ہے کہ آپ بہائی عیسائی ہوں اور آپ بہائی یہودی ہوں اور آپ بہائی مسلمان ہوں یا آپ بہائی ماسونی ہوں" (۵)۔ ایک مقام پر بہاء اللہ نے یہ کہا ہے: تمام عالم ایک دین پہ متحد ہو جائے اور تمام لوگ آپس میں بھائی بھائی بن جائیں اور محبت اور اتحاد کی کڑیاں آپس میں مضبوط ہو جائیں اور دینی اختلافات مٹ

جائیں۔ اور تمام انسانوں کے اختلافات ختم ہو جائیں (٦)۔

لوح ملکہ وکٹوریہ میں کہتا ہے: کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں اتحاد اور ایک شریعت کا حکم دیا ہے" (٧)۔

وحدت الاوطان

یہ دوسرا نکتہ ہے جس کے متعلق بہایت کے پیروکار دعویٰ کرتے ہیں کہ حسین علی نے لوگوں کو بلایا۔ چنانچہ ایک بہائیت کا داعی کہتا ہے:

یہ غلط قسم کے تعصّبات میں سے ہے کہ قوم، سیاست یا وطن کی بناء پر آدمی متعصّب ہو۔ اب وقت آچکا ہے کہ وطنیت کا ضعیف دعویٰ کمزور ہو جائے۔ بلکہ وطن پورا جہان ہو۔ بہاء اللہ یہ کہتا ہے:

"پہلے کہا جاتا تھا وطن کی محبت ایمان سے ہے لیکن آج عظمت کی زبان کہتی ہے کہ وطن سے محبت کرنا فخر کی بات نہیں بلکہ پورے جہاں سے محبت کرنا فخر کی بات ہے (٨)۔

اس کا بیٹا عباس آفندی کہتا ہے:

قومی تعصّب وہم اور خرافات ہیں۔ اللہ نے ہم تمام کو ایک

ہی جنس سے پیدا کیا۔ ابتداء سے مختلف اوطان کی کوئی حدود نہیں تھیں۔ زمین میں کوئی حصہ کسی خاص قوم کی ملکیت نہیں ہے(۹)۔

وحدت لسان

تیسرا نکتہ جس کی طرف بہایت کے داعی دعوت دیتے ہیں۔ وہ وحدت لسان ہے اور کہتے ہیں کہ یہ اتفاق و اتحاد کا سبب ہے۔ چنانچہ حسین علی کتاب الاقدس میں لکھتا ہے۔

"اے دنیا کے اہل مجالس! زبانوں میں ایک زبان کو منتخب کر لو تاکہ زمین کے رہنے والے اسی زبان میں گفتگو کریں۔ کاش آپ کو معلوم ہو جائے کہ یہ اتحاد کا سب سے بڑا سبب ہو گا(۱۰)۔

اس کا بیٹا عباس آفندی کہتا ہے:

زبانوں کا اختلاف یورپ میں اقوام کے اختلاف کے اہم اسباب میں سے ایک ہے۔ اگرچہ وہ تمام اپنے آپ کو ایک قوم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن ان کی زبانوں کا اختلاف ان کے

اتحاد کو روکے ہوئے ہے۔ ان میں سے ایک کہتا ہے میں جرمن ہوں دوسرا کہتا ہے میں انگریز ہوں۔ تیسرا کہتا ہے میں فرانسیسی ہوں۔ اگر ان کی ایک ہی زبان ہوتی تو وہ متحد ہو سکتے تھے (۱۱)۔

امن عالم بذریعہ ترک جہاد

چوتھا نکتہ جس کو حسین علی کی نبوت کی بہت بڑی دلیل سمجھا جاتا تھا وہ امن عالم بذریعہ ترک جہاد ہے۔ اس کا اظہار اس نے کئی مقامات پر کیا۔ مثلاً اس نے کہا: "تمہارا اپنا مر جانا اس سے بہتر ہے کہ تم کسی سے لڑو" (۱۲)۔

پھر ایک مقام پر یہ کہتا ہے:

"ہتھیار اٹھانے کا کوئی جواز نہیں اگرچہ اپنی ذات کے دفاع کے لئے کیوں نہ ہو (۱۳)۔

بہائیت کا ایک داعی کہتا ہے بہائیوں نے کلّی طور پر اپنی مصلحت کے لئے اسلحہ کا استعمال چھوڑ دیا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے دفاع کے لئے بھی وہ اسلحہ استعمال نہیں کرتے۔ اور یہ بہاء اللّٰہ کے واضح اور صریح حکم کے تحت ہے (۱۴)۔

مازندرانی کا اپنا ایک قول یہ بھی ہے:

"وزراء کے لئے ضروری ہے کہ وہ صلح کو لازمی سمجھیں تاکہ دنیا لڑائیوں سے نجات پا جائے۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ جنگ و جدال مصیبتوں اور پریشانیوں کی بنیاد ہے" (۱۵)۔

مساوات مرد و زن

پانچواں نکتہ جس کی طرف بہایت دعوت دیتی ہے وہ مساوات مرد و زن ہے۔ یہ کہا گیا ہے:

"ایک اجتماعی منظم بات جس کو بہاء اللہ نے بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ وہ مساوات مرد و زن ہے (۱۶)۔

بہائیت کی تعلیمات کا تنقیدی جائزہ

وحدت ادیان کی حقیقت

جہاں تک اس کے وحدت ادیان کے دعوے کا تعلق ہے وہ قرآن مجید کی اس آیت کا مصداق ہے۔ "کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون" (۶۱-۱)۔ (آپ وہ بات کیوں کہتے ہیں جس پر

عمل نہیں کرتے)۔ یہ کذاب فتنے مٹانے اور وحدت ادیان کی دعوت دیتا ہے لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا۔ مثلاً ایک جگہ پر کسی آدمی کے بارے میں اس نے کہا:

"ہم قوم کے سرداروں میں سے بھینگے آدمی کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہماری مخالفت کرتا ہے" (۱۷)۔ اور مسلمانوں کے متعلق یاوہ گوئی کرتا ہے "نقطہ الفرقان" (محمد رسول اللہ ﷺ) کو گزرے ہوئے ۱۲۰۸ سال ہو چکے ہیں۔ یہ احمق لوگ چرواہے ابھی تک ہر صبح کو فرقان کی تلاوت کرتے ہیں (۱۸)۔

اسی طرح سے اس کے اس جھوٹے دعوے کے خلاف یہ دلیل بھی ہے کہ یہ بہائیوں کو مسلمانوں کے ساتھ گفتگو کرنے اور بیٹھنے سے روکتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے "اللہ کے دشمنوں کے ساتھ کسی بھی مجلس میں جمع ہونے سے آپ بچیں اگرچہ وہ آپ پر اللہ کی آیات پڑھیں۔ کیونکہ شیطان نے بہت سے بندوں کو اس بناء پر گمراہ کر دیا کہ وہ ان کے موافق اللہ کا اس طرح ذکر کرتا جو ان کو پسند ہو۔ جس طرح آپ مسلمانوں کے گروہ کو پاتے ہیں کہ وہ اپنے دلوں اور زبانوں سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور جس کا ان کو حکم دیا جاتا

ہے۔ اس پر عمل نہیں کرتے اس وجہ سے وہ خود بھی گمراہ ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں(۱۹)۔

مندرجہ بالا گفتگو کے بعد یہ کیسے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ بہائیت دوسرے ادیان سے اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ یہ تمام لوگوں کو وحدت ادیان کی دعوت دیتی ہے۔ یہ کس قسم کا اتحاد ہے جو دوسروں کے ساتھ گفتگو کرنا اور ان کے ساتھ بیٹھنا بھی ممنوع قرار دیتا ہے انگریز مستشرق پروفیسر براؤن مقدمہ نقطۃ الکاف میں کہتا ہے کہ: "بہائیوں نے پوری قوت کے ساتھ کوشش کی کہ وہ اپنے مخالفین کی ہر کتاب کو مٹا دیں"(۲۰)۔

عبدالبہاء عباس اپنے باپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنے مخالفین پر لعنت کرتا ہے اور ان کو کفر کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے: "جس کسی نے بہاللہ کی مخالفت کی اس نے اللہ کی مخالفت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جو اس سے الگ ہوا اور اس کا انکار کیا گویا کہ وہ اللہ سے الگ ہوا اور اس کا انکار کیا۔ اس پر اللہ کا غضب اور قہر نازل ہو(۲۱)۔

بہائی ہی مسلمانوں کو کافر سمجھتے تھے بلکہ بابی بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے اور جیسا کہ پروفیسر براؤن سے بہائی نقل کرتے ہیں کہ وہ مقدمہ نقطۃ الکاف میں لکھتا ہے:

بابی ہر اس شخص کو جو باب پر ایمان نہ لائے ناپاک سمجھتے تھے۔ اور اس کے قتل کو واجب خیال کرتے تھے(۲۲)۔

یہ بہاء اللہ پہلے اس دین میں داخل ہوا جس کی تعلیم مندرجہ بالا ہے اسلام کا مطالعہ کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہی محبت و اخوت کا دین ہے۔ چنانچہ آنحضور ﷺ کے متعلق ارشاد فرمایا گیا "وما ارسلناک الا کافہ للناس بشیراً و نذیراً(۲۳)۔

"ایھا الناس انّی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً"(۲۴)

"اے لوگو! میں آپ سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں"

لیکن اس کے باوجود اسلام وحدت ادیان کی دعوت نہیں دیتا۔ بلکہ "لا اعبد ما تعبدون اور لکم دینکم ولی دین" کہتا ہے(۲۵)۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پیغمبر یہ بھی کہتے ہیں "ھٰذِہٖ سَبِیلِی اَدعُوا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِی وَسُبحَانَ اللّٰہِ وَمَا اَنَا مِنَ المُشرِکِینَ(۲۶)۔

وحدت اوطان کی حقیقت

اس کا وحدت اوطان کو پیش کرنے کا نظریہ کسی خلوص کی وجہ سے نہیں تھا۔ بلکہ انگریزی اور روسی استعمار کی خدمت کی بجا آوری تھی تاکہ اس نظریے کے ذریعے سے ایرانی مسلم قوم کے دل سے وطن کی محبت نکال کر ان کو دفاع سے بالکل محروم کر دیا جائے۔ اور اسی وجہ سے یہ اسلحہ کے قطعی طور پر خلاف تھا۔ ویسے وہ اس دعوے میں جھوٹا بھی تھا۔ کیونکہ وہ خود عراق میں غریب الوطنی کی شکایت کرتا ہے۔ اور ایران سے فلسطین کی طرف جلاوطنی پر روتا اور چیختا ہے اور وہ شاہِ ایران کو بڑی عاجزی سے لکھتا ہے کہ اسے ایران میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے۔ مثلاً یہ کہتا ہے: "میں مظلوم اور پردیسی قیدی ہوں نہ میں دشمنوں سے نجات پا سکا اور نہ کبھی پاسکتا ہوں" (۲۷)۔

اسی طرح اپنے ایک متبع کو لکھتا ہے:

اے احمد! میری عدم موجودگی میں میری مہربانیوں کو نہ بھولنا میری پریشانی اور میری اس دور کی قید میں غریب الوطنی کو بھی یادرکھنا (۲۸)۔

اگر یہ وحدت اوطان کا قائل ہے تو اپنے آپ کو غریب الوطن کیوں کہتا ہے۔

اسی طرح یہ شاہ ایران کے سامنے ذلت اور عاجزی سے اپنی غریب الوطنی کا رونا روتا ہے۔ کبھی اسے یا ملک الزمان کہتا ہے اور اپنے آپ کو الفقیر الذلیل کہتا ہے(۲۹)۔ اس کے بیٹے عبدالبهاء نے بھی ایران سے جلاوطنی پر آنسو بہائے ہیں۔ وہ اپنے باپ کے متعلق لکھتا ہے:

حسین علی کا پاؤں مازندران کی جیل میں لاٹھی سے زخمی ہوا۔ اس کی گردن میں طوق پہنایا گیا اور پاؤں میں بیڑیاں پہنائی گئیں اور اس کو اپنے وطن سے عراق جلاوطن کیا گیا(۳۰)۔

مندرجہ بالا عبارت کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وطن سے نکالا گیا۔ جب وہ وحدت ادیان کا قائل ہے تو پھر وطن سے نکلنے کے کیا معنی ہے اور جلاوطنی سے کیا مراد ہے؟ عراق اور فلسطین سے محبت کیوں نہیں اور ایران کی طرف رجحان کیوں ہے۔ دراصل یہ ساری اس کی مکاری ہے۔ حالانکہ اسلام خود آپس میں محبت و الفت کے بارے میں بہترین تعلیمات دیتا ہے۔ ارشاد

باری تعالیٰ ہے۔

"یایها الناس انّا خلقناکم من ذکر وانثی وجلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللّٰه اتقاکم ان اللّٰه علیم خبیر"(۳۱).

(اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عوت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو پہچان لو بے شک اللہ کے ہاں زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو زیادہ متقی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی علیم و خبیر ہے)۔

اسی طرح آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی الا بالتقوی"

(کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے)(۳۲)۔

اس سارے تجزیئے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دین اسلام کی تعلیمات کے سامنے اس کی بے ہودہ تعلیمات اور من گھڑت دین کی کوئی وقعت اور حیثیت نہیں ہے۔

وحدت لسان کی حقیقت

اس کا یہ نظریہ بھی قطعی طور پر غلط اور بناوٹی تھا اور یہ علمی طور پر بھی ناممکن ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پیش کرنے والا نبی تو کجا کوئی عقلمند آدمی بھی نہیں تھا۔ بلکہ وہ کوئی افیونی تھا جو کہ محض خیالات پیش کرتا تھا۔

دین اسلام میں مختلف ملکوں اور زبانوں کے لوگ پیغمبر ﷺ کے پاس رہتے تھے۔ اور وہ اختلاف زبان کے باوجود ایک ہی دین اور عقیدے پر متحد و متفق تھے۔ حضرت سلمان کی زبان فارسی تھی۔ حضرت صہیبؓ رومی تھے۔ حضرت بلال حبشیؓ تھے اور وہ سارے آنحضور ﷺ کو عرب صحابہ کی طرح محبوب تھے۔ ابو لہب حضور ﷺ کے خاندان سے تھا لیکن وہ اپنے بھائی عباس کے ساتھ زبان، رنگ، اور وطن کے ایک ہونے کے باوجود اکھٹا نہ رہ سکا کیونکہ عقیدے کا فرق تھا۔ دونوں نے ایک ہی گھر میں پرورش پائی۔ ایک ہی باپ کے بیٹے تھے، ایک ہی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن پھر بھی ایک نہ ہوسکے۔ بلکہ جاہلیت کے زمانے میں عرب قبائل کی آپس میں لڑائیاں ہوتیں اور بعض لڑائیاں سو سال

تک چلیں۔ جو کہ تاریخی حقائق ہیں اور ان کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اسلام نے آکر ان تمام چیزوں کو ختم کیا چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

"واذکروا نعمت اللّٰہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفاء حفرۃ مّن النار فانقذکم منھا کذلک یبیّن اللّٰہ لکم آیاتہ لعلکم تھتدون"(۳۳).

(اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے جب تم آپس میں دشمن تھے۔ اس نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی۔ اس کی نعمت کے ساتھ آپس میں تم بھائی بھائی ہو گئے تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر تھے اس نے تمہیں اس سے بچایا اسی طرح اللہ تم کو اپنی آیات بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ)۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے زبان کے اختلاف کو اپنی قدرت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

"ومن آیاتہ خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذلک لایات للعالمین"(۳۴).

(اور اس کی نشانیوں میں آسمان اور زمین کی پیدائش اور

تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے۔بے شک اس میں ضرور جہان والوں کے لئے نشانیاں ہیں)۔

خود حسین علی اپنے اس دعوے کے باوجود اپنی کتابوں کو ایک زبان میں پیش نہیں کر سکا۔ گویا وحدت لسان کا داعی اپنی زبان کو ایک نہیں رکھ سکا۔ بلکہ اپنی وحی میں بھی اس نے یہی طریقہ اختیار کیا۔ اس کی بعض کتابیں عربی، فارسی کا مرکب ہیں۔

کبھی وہ نزول وحی کا فارسی میں دعویٰ کرتا ہے اور کبھی عربی میں اور کبھی دونوں کا مرکب پیش کرتا ہے۔ اس کی کتاب اقدس عربی میں ہے اور "الایقان" فارسی میں ہے۔ اور اس کی "لوح کلمات مکنونہ" فارسی میں ہے "الرسالہ السلطانیہ" کو اس نے عربی میں شروع کیا پھر درمیان میں فارسی کی طرف منتقل ہوا پھر اس کو عربی میں ختم کیا(۳۵)۔

ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ یہ شخص اپنے اس دعوے میں جھوٹا تھا۔ اور وہ اس بات کو بھی بھول گیا کہ وہ لوگوں کو ایک زبان اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے جب کہ وہ اپنے آپ کو بھی اس بات کا پابند نہ کر سکا۔ حالانکہ اس کے متعلق اس نے اپنی کئی

کتابوں اور رسالوں میں بار بار لکھا۔ قول ملاحظہ کریں "ضروری ہے کہ تمام زبانوں کو ایک زبان میں مدغم کر دیا جائے اور اسے تمام دنیا کے مدارس میں پڑھایا جائے" (۳۶)

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

"الم تر انهم فی کل واد یهیمون وانهم یقولون مالا یفعلون" (۳۷)

(کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو ہر وادی میں حیران پھرتے ہیں اور وہ بات کہتے ہیں جو وہ نہیں کرتے)۔

امن عالم بذریعہ ترک جہاد

اس کا یہ نظریہ بھی دراصل استعمار کو مضبوط کرنے کے لئے اور مسلمانوں کی قوت کو کمزور کرنے کے لئے ہے۔ ہر ذی شعور جانتا ہے کہ ابتداء آفرینش سے ہی خیر اور شر کی قوتیں موجود رہی ہیں کبھی شر کی قوتیں غالب آجاتیں کبھی خیر غالب آجاتا ہے اس لئے دنیا سے شر اور ظلم کے خاتمے کے لئے جہاد ضروری تھا چنانچہ اسلام نے جہاد کو تمام عبادات اور ارکان اسلام کی غرض و

غایت قرار دیا اس جھوٹے نبی نے مسلمانوں سے اس قوت کو چھیننے کے لئے یہ نظریہ پیش کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیتے ہیں۔

"وَجَادِلھُم بِالّتی ھِیَ احسن"(۳۸)

(اور اچھے طریقے سے ان سے جدال کرو)۔

اور فرمایا:

"وقاتلوھم حتّی لا تکون فتنہ(۳۹)

(اور ان سے قتال کرو جب تک کہ فتنہ ختم نہ ہو جائے)۔

بلکہ اگر برائی کی قوت نہ رکے اور آگے بڑھنے کی کوشش کرے تو اس کے متعلق یہ کہا گیا۔

"فخذوھم واحصروھم واقعدوا لھم کل مرصد"(۴۰)

(پس ان کو پکڑو اور ان کو جکڑلو اور ان کے لئے ہر گھات میں بیٹھو)۔ اور اگر وہ رک جائیں اور صلح کر لیں تو ارشاد فرمایا گیا۔

"وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللّٰہ"(۴۱)

(اور اگر وہ صلح کی طرف رجحان کریں تو آپ بھی صلح کر لیں

اور اللہ پر بھروسہ رکھیں)۔

باقی دعووں کی طرح یہ اس دعوے میں بھی سچا نہیں تھا۔ بلکہ یہ اپنے حقیقی بھائی کو مارنے کی کوشش کرتا رہا اور مسلمانوں اور دوسرے لوگوں کو بھی اپنی زبان اور قلم سے برا بھلا کہتا رہا اور اس کا بیٹا عباس بھی اپنے بھائیوں سے لڑتا رہا۔ دراصل یہ اور اس کی پوری نسل استعمار کی آلہ کار اور جاسوس تھی۔ اس کے علاوہ یہ نظریہ پیش کرنے والا یہ پہلا آدمی نہیں ہے۔ بلکہ اس سے پہلے گوتم بدھ نے ہند میں، مسیح علیہ السلام نے قدس میں۔ کنفیوشس نے چین میں نظریہ امن پیش کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ پہلا شخص نہیں تھا بلکہ اس طرح کے امن کا نظریہ دوسرے لوگ اس سے قبل پیش کر چکے تھے اور اس نے انہی سے یہ نظریہ سرقہ کیا تھا۔

۵- مساوات مرد وزن کی حقیقت

یہ نظریہ فطری طور پر غلط ہے اور تمام آسمانی شریعتوں کے خلاف ہے بہائی اگرچہ اس نظریہ کے داعی ہیں۔ لیکن وہ بہت سے احکام میں عورتوں اور مردوں میں فرق کرتے ہیں۔ اور عورت کی

مساوات محض ایک دکھاوا ہے۔ قرۃ العین جو کہ بڑی فتنہ پرور فاجرہ اور فاسقہ عورت تھی اور اس نے اپنے جسم و جان سے ہر قسم کی بے حیائی پھیلائی۔ اس نے فتویٰ دیا کہ ایک عورت کا نو مردوں سے نکاح کیا جائے (۴۲)۔ اسی طرح سے اس نے بہت سے فسق و فجور کے کام کئے (ان میں حسین علی بھی شامل ہے۔ اور بابیوں کا ملا محمد علی بار فروشی بھی شامل ہے)

اس عورت کے متعلق بابیوں نے یہ بات کہی کہ وہ اس خبیث عورت کی وجہ سے ایسے جرائم کے مرتکب ہوئے ہیں جن سے حد واجب ہوتی ہے (۴۳)۔ کیا بے حیائی اور فحاشی کا نام عورت کی مساوات ہے؟ مازندرانی کا ایک اور قول ہے جس سے مرد و عورت کی مساوات کے نظریہ کا بطلان ہوتا ہے۔

"اللہ نے تم پر نکاح فرض کیا ہے آپ اس بات سے بچیں کہ دو سے زیادہ عورتوں سے شادی کریں" (۴۴)۔

اس کی ایک اور لغو گوئی ملاحظہ کریں۔

"میں نے کسی کنواری لڑکی کو اپنی خدمت کے لئے رکھا تو کوئی گناہ کا کام نہیں کیا۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے حکم

ہے(۴۵)۔ اس سے معلوم ہوا کہ مساوات مرد وزن کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

اسلام نے عورت کو جو مقام دیا ہے وہ فطرت کے عین مطابق ہے۔ اور عورت کی عظمت، عزت، اور شرم و حیا کی پاسداری کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

"ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف" (۴۶) (اور ان کے اسی طرح حقوق ہیں جس طرح ان کے فرائض ہیں اچھے طریقے کے ساتھ)

اسی طرح سے اسلام نے اجر و ثواب میں عورت کو مرد کے برابر حصّہ دار ٹھہرایا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے۔

"ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات والقانتین والقانتٰت والصادقین والصّادقٰت والصّابرین والصّابرت والخاشعین والخاشعت والمتصدّقین والمتصدّقات والصّائمین والصّائمٰت والحافظین فروجهم والحافظت والذّاکرین اللّٰه کثیراً والذّاکرات اعدّ

اللّٰہ لهم مغفرةً وّ اجراً عظيماً "(۴۷).

(بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور اللہ سے ڈرنے والے مرد اور ڈرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہ کو (گناہ سے) بچانیوالے مرد اور بچانے والی عورتیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔ یہ بھی فرمایا:

"والمومنون والمومنات بعضهم اولياء بعض يامرون بالمعروف وينهون عن المنكر" (۴۸).

"مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں)۔

اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان النساء شقائق الرجال" (بلاشبہ عورتیں مردوں کی قسمیں ہیں)(۴۹)۔

اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "خیرکم خیرکم لنسائکم" (تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ بہتر ہے)۔ بلکہ ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: "خیرکم خیرکم لاھلہ" (تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لئے بہترین ہے(۵۰)۔ ماں ہونے کی حیثیت سے آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الجنہ تحت اقدام الامھات"(۵۱)
(جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے)۔

ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ عورت کا اسلام میں بہت بڑا مقام ہے۔ بعض لوگ جو طلاق کے بارے میں بات کرتے ہیں کہ یہ مرد کو حق حاصل ہے۔ تو عورت کو بھی اجازت ہے کہ وہ خاوند سے الگ ہو سکتی ہے۔ اسی طرح سے تعدد ازواج کا معاملہ ہے۔ اسلام سے پہلے کوئی حد مقرر نہیں تھی۔ اسلام نے آکر ایک حد مقرر کی ہے اور وہ بھی عدل و انصاف کو سامنے رکھتے ہوئے۔ اسلام نے

ضرورت کی بناء پر تعدد ازواج کی اجازت دی ہے حکم نہیں دیا۔

مغرب کے اندر جہاں عورت کے حقوق کی بات کی جاتی ہے اس کو ایک کھلونے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ وہ ہر دکان، ہر دفتر اور ہر مقام کی زینت ہے۔ بلکہ آج مغرب میں عورتیں اپنی پریشانیوں اور مصیبتوں کا ذکر کرتی نظر آتی ہیں۔ وہ اس بات کو پسند کرتی ہیں کہ کام کرنے سے ان کی جان چھوٹے اور وہ گھروں میں رہیں۔ اور اس بات کا انہوں نے کئی مقامات پر اظہار کیا ہے۔ چنانچہ امریکہ کے متعلق یہ شائع ہوا۔

''عورت اب تھک چکی ہے اور امریکہ کی ۶۵ % عورتیں گھر کی طرف لوٹنا پسند کرتی ہیں (۵۲)۔

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

"وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیتہ الاولی"(۵۳)

(اور اپنے گھروں میں رہو اور جاہلیت اولی کی طرح اپنے زینت دکھاتی نہ پھرو)

حوالہ جات

۱ - المازندرانی، لوح العالم بحوالہ بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۱۱۹

۲ - لاسلمت بہائی، بہااللہ والعصر الجدید، ص ۱۲۳ - ۱۲۴

۳ - لاسلمت بہائی، بہااللہ والعصر الجدید، ص ۱۲۳

۴ - مجلہ نجمہ الغرب جلد نمبر ۹، عدد نمبر ۳، ص ۳۷

۵ - عباس آفندی، مکاتیب عبدالبہا، ص ۹۹

۶ - لاسلمت بہائی، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۱۲۱

۷ - مازندرانی، لوح ملکہ وکٹوریہ، ص ۲۴

۸ - لاسلمت بہائی، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۱۶۶

۹ - عبدالبہا عباس آفندی، محادثات پیرس، بہا اللہ والعصر الجدید، ص ۱۶۶ بحوالہ البہائیہ، ص ۱۱۴

۱۰ - مازندرانی، الاقدس، الفقرات الاخیرہ بحوالہ البہایہ، ص ۱۲۰

۱۱ - عبدالبہاء عباس آفندی، خطابات عبدالبہا عباس بحوالہ بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۱۶۴، البہایہ، ص ۱۲۰

۱۲ - لاسلمت بہائی، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۱۶۹

۱۳ - ایضاً، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۱۶۹

۱۴ - ایضاً، ص ۱۶۹

۱۵ - المازندرانی، لوح العالم، ص ۲۲۲ من مجموعۃ الالواح

۱۶ - لاسلمت بہائی، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۱۴۸

۱۶ - ۱ - سورۃ الصف آیت نمبر ۳

۱۷ - مازندرانی، الایقان، ص ۱۷۱

۱۸ - ایضاً، الایقان، ص ۲۱۱

۱۹ - المازندرانی، مجموعۃ الالواح، ص ۳۶۰ - ۳۶۱

۲۰ - پروفیسر براؤن، مقدمہ نقطۃ الکاف، مدومہ

۲۱ - عبدالبہا عباس، الواح وصایا المبارکہ، ص ۱۲ (پاکستان)

۲۲ - پروفیسر براؤن، مقدمہ نقطۃ الکاف، ص ن ھ

۲۳ - سورۃ سبا، آیت ۲۸

۲۴ - سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۸

۲۵ - سورۃ الکافرون

۲۶ - سورۃ یوسف، آیت ۱۰۸

۲۷- المازندرانی، لوح باسم المقتدر علی ما یشاء من مجموعہ کلمات

الھیہ، ص ۴۵-۴۶

۲۸- المازندرانی، لوح احمد، ص ۱۵۵

۲۹- المازندرانی، لوح الدنیا بحوالہ البھایہ، ص ۱۱۷

الرسالہ السلطانیہ، ص ۲

۳۰- عباس آفندی، الواح وصایای المبارکہ، ص ۳

۳۱- سورۃ الحجرات، آیت ۱۳

۳۲- السیوطی، تفسیر در منثور، ج ۶، ص ۹۸

احمد، المسند، ج ۵، ص ۴۱۱

۳۳- سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳

۳۴- سورۃ الروم آیت نمبر ۲۲

۳۵- مازندرانی، مجموعہ الالواح بحوالہ البھائیہ، ص ۱۲۳

۳۶- مازندرانی، لوح العالم، ص ۲۲۳

البھائیہ، ص ۱۲۳

۳۷- سورۃ الشعراء، ۲۲۵-۲۲۶

۳۸- سورۃ النحل، آیت ۱۲۵

۳۹- سورہ البقرہ، آیت ۱۹۳

۴۰- سورۃ التوبہ، آیت ۵

۴۱- سورۃ الانفال، آیت ۶۱

۴۲- مرزا محمد مہدی خان، مفتاح باب الابواب، ص ۱۸۶

۴۳- مرزا جانی الکاشانی، نقطہ الکاف ص- ۱۱۵

۴۴- المازندرانی، الاقدس بحوالہ البھائیہ ص- ۱۴۳

۴۵- المازندرانی، الاقدس بحوالہ البھائیہ ص- ۱۴۳

۴۶- سورۃ البقرۃ آیت ۲۲۸

۴۷- الاحزاب ۳۵

۴۸- سورۃ توبہ- ۷۱

۴۹- احمد، المسند، ج ۶، ص ۲۵۶، ۳۷۷

ترمذی، السنن، ج ۱، ص ۲۷ (کتاب الطھارۃ، باب فیمن یستیقظ و یری بللاً)

۵۰- ابن ماجہ، السنن، ص ۱۴۳ (دونوں روایات)، ترمذی السنن، دارمی السنن، ابن ماجہ السنن بحوالہ مشکاۃ المصابیح، ص ۲۸۱

۵۱- المتقی الھندی، کنز العمال، ج ۱۶، ص ۴۱۶، حدیث نمبر

۴۵۳۹

۵۲- استاذ محمد جمیل، فتاۃ الشرق فی حضارۃ الغرب، بحوالہ البجائیہ

ص-۱۳۸

۵۳- سورۃ الاحزاب ۳۳

باب چہارم

بہائی شریعت

بہائیہ مذہب کے مطابق ان کی شریعت تمام آسمانی کتابوں اور الہامی شریعتوں کی ناسخ ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت مطہرہ بھی (نعوذ باللہ) اس میں وہ شامل کرتے ہیں۔ حالانکہ بہائی مذہب کی نام نہاد شریعت محض چند افکار وخیالات کا مجموعہ ہے جو عقل و شعور کے بھی خلاف ہے۔ اور کوئی دانا آدمی اس کو شریعت کہنے کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔

جس طرح سے بہاء اللہ گفتگو کرتا ہے اس طرح کا کلام تو کسی طرح سے بھی منزل من اللہ نہیں ہو سکتا۔ نبی کے اقوال میں شرک نہیں ہوتا اور اس کی تعلیمات اخلاق و اوصاف حمیدہ پر مشتمل ہوتی

ہیں وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا داعی ہوتا ہے۔ جہاد اور اعلائے کلمہ اللہ کی لوگوں کو ترغیب دیتا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھتا ہے۔ اس کی زندگی ہر لحاظ سے پاکیزہ اور تقویٰ کی حامل ہوتی ہے۔ وہ جو کچھ کہتا ہے اس پر خود پہلے عمل کرتا ہے۔

اس کے برعکس بہائیت کے داعی کی تعلیمات اس معیار کے خلاف ہیں۔ اس کی شریعت ذلت و خواری اور انسانی غلامی کی حامل ہے۔ لوگوں کو شرک اور غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دیتی ہے اور ظالم و جابر لوگوں کے سامنے عاجز بن کر رہنا سکھاتی ہے۔ حریّت فکر کی مخالف ہے اور کہیں اعتدال نہیں۔ ایسی شریعت جس میں توازن و اعتدال نہ ہو وہ کہاں الہامی ہو سکتی ہے۔ بہائیت کی تعلیمات اس کے داعیوں میں مفقود تھیں۔

مندرجہ بالا تجزیہ کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ بہائیت کوئی الہامی مذہب نہ تھا اور نہ ہی ان کی شریعت منزل من اللہ تھی۔ بلکہ یہ خاتم النبیین کے دشمنوں کی ایجاد کردہ من گھڑت نبوّت تھی۔ جس نے ان کو کافروں کے سامنے ذلیل کیا اور یہ تمام آسمانی شریعتوں کے خلاف انسانی غلامی کا درس دیتی ہے۔ اس کا بانی

کبھی اپنی خدائی کا دعویٰ کرتا ہے کبھی اپنی نبوت کا۔ اس کا درج ذیل قول ملاحظہ ہو:

"جو میری طرف رخ کرتا ہے وہ معبود حقیقی کی طرف رخ کرتا ہے۔ یہی کتاب میں فیصلہ لکھا گیا ہے۔ یہ اللہ رب العالمین کا حکم ہے" (۱)۔

مزید اس نے کہا "میری شکل میں اللہ متشکل ہے اور میرے جمال میں اللہ کا جمال ظاہر ہے اور میری ذات میں اس کی ذات جلوہ گر ہے" (۲)۔ اپنی کتاب اقدس میں یہ لکھتا ہے کہ اگرچہ میں جیل میں ہوں مگر تمہارا معبود ہوں (۳)۔ اس کے متعلق ابو الفضل بہائی لکھتا ہے "ہمارا رب بہت عرصہ تک بہت سی پریشانیوں اور جسمانی اذیتوں میں مبتلا رہا اور وہ نہ تو اہل علم میں سے تھا نہ ہی کسی درسگاہ میں تعلیم حاصل کی (۴)۔ یہ اپنے آپ کو ان کا قبلہ قرار دیتا ہے جس کی طرف وہ منہ کر کے عبادت کریں۔ کہتا ہے "جب تم نماز کا ارادہ کرو تو میری طرف منہ کرو" (۵)۔ کیونکہ یہ خود اپنی ذات کو قبلہ قرار دیتا ہے اس لئے جہاں کہیں یہ جاتا ان کا رخ اس کی طرف بدلتا رہتا۔ لکھتا ہے۔

"قبلہ من یظہرہ اللہ ہے۔ جب وہ پھرے گا تو قبلہ بھی پھر جائے گا(٦)۔ اس کے مرنے کے بعد اس نے اپنی قبر کو قبلہ ٹھہرایا(٧) اور اس کا بیٹا عبدالبہا عباس آفندی بھی اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر کو بہائیوں کا قبلہ قرار دیتا ہے (٧-١)۔ اور ایک بہائی اپنی کتاب "دروس الدیانہ البہائیہ" میں لکھتا ہے "اہل بہا کا قبلہ عکہ شہر میں روضہ مبارکہ ہے" (٨)۔ مرزا حیدر علی نے اس کی قبر کے بارے میں لکھا ہے کہ "زائرین اس کی قبر مقدس کی زیارت کریں طواف کریں چومیں اور اسے سجدہ کریں" (٩)۔

بہائیوں کی نماز

مازندرانی کہتا ہے کہ تم پر نماز و روزہ بالغ ہونے پر فرض ہے۔ لیکن اس کے بعد نماز کے بارے میں کہتا ہے کہ مسافر اور بوڑھے کے لئے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے البتہ اس کے بدلے ایک سجدہ کر لے (١٠)۔

چونکہ وہ خود بہائیوں کا قبلہ تھا اس لئے وہ کس طرف منہ کر کے نماز پڑھتا پھر وہ ان کا معبود بھی تھا اس لئے وہ نماز نہ پڑھتا تھا۔

بہائی نماز کی ۹ رکعتیں بیان کرتے ہیں: صبح، زوال کے وقت اور شام کے وقت(۱۱)۔ گویا ان کے نزدیک تین نمازیں ہیں اور نمازیں ۹ رکعتیں ہیں اور اس کا بیٹا کہتا ہے اگر تین کی جگہ ایک بھی ادا کر لی جائے تو کافی ہے۔ ان تین نمازوں کے نام کبریٰ، وسطیٰ اور صغریٰ ہیں اس کے بیٹے سے کسی نے سوال کیا کہ کیا تینوں نمازیں فرض ہیں جیسا کہ اقدس میں ہے اس نے کہا کہ تینوں فرض نہیں ہیں صغریٰ نماز کافی ہے۔ اس طرح کوئی ایک پڑھ لی تو باقی کی ضرورت نہیں(۱۲)۔

نمازوں میں پڑھنے کے لئے وہ صرف چند الفاظ پڑھنے کا کہتا ہے جو درج ذیل ہیں:

"شہد اللہ انہ لا الہ الا ھوا لمھیمن القیوم" بلکہ مسافر کی نماز کے بارے میں لکھا ہے کہ سجدے میں سر رکھ کر صرف سبحان اللہ پڑھ لے تو اس کی نماز ادا ہو جائے گی۔ گویا اس کی نماز میں نہ قیام نہ قرات نہ رکوع اور نہ تشہد ہیں صرف ایک سجدہ جس میں مندرجہ بالا الفاظ پڑھ لیں تو بس بہائی نماز ہو گئی(۱۳)۔

نماز باجماعت

اس کے نزدیک نماز باجماعت کی کوئی ضرورت نہیں البتہ جنازہ کی نماز مل کر پڑھی جائے(۱۴)۔ خاوری کہتا ہے کہ جماعت کی نماز حرام ہے سوائے جنازہ کے(۱۵)۔ اس کا بیٹا عباس آفندی جماعت کی نماز کو اکیلے نماز پڑھنے پر ترجیح دیتا ہے(۱۶)۔ ہم نہیں جانتے ان دونوں میں سے کون سچا ہے باپ یا بیٹا اور کون جھوٹا ہے۔ بلکہ دونوں ہی جھوٹے ہیں۔

نماز ادا کرنے کا طریقہ

بہائیت کی تمام کتب میں کسی جگہ پر بھی نماز کا طریقہ نہیں ہے۔ نماز کا ذکر ہے لیکن طریقہ نہ ہونے کی وجہ سے حیرانی ہوتی ہے۔ مازندرانی نے اپنے کتاب اقدس میں لکھا ہے: "ہم نے نماز کے بارے میں ایک دوسرے ورقہ میں تفصیل لکھی ہے اس کے لئے خوشی ہو جو عمل کرے(۱۷)۔ خدا جانے یہ ورقہ کہاں غائب ہو گیا؟ اس کو ہوائیں اڑا لے گئیں آسمان نے اچک لیا یا زمین نگل گئی۔ آج تک اس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔

ایک دفعہ کسی نے عبدالبہاء عباس سے اس ورقے اور نماز کے بارے میں سوال کیا۔ اُس نے کبھی ادھر کی بات کی کبھی اُدھر کی اور یہ ظاہر کیا کہ وہ ورقہ کہیں چوری ہو گیا(۱۸)۔

بہائیت میں روزے

روزے بھی ان کے ہاں نماز سے مختلف نہیں۔ حسین علی کہتا ہے "تم پر روزے فرض کئے گئے گنتی کے دن ہیں"(۱۹)۔ اور اس کے مہینے کے متعلق یہ کہتا ہے: "تم پر روزے فرض کئے گئے شہر العلاء میں" (۲۰)۔ شہر العلاء بہائیہ کے ۱۹ مہینوں میں سے آخری مہینہ ہے اور یہ ۱۹ دن پر مشتمل ہوتا ہے۔ روزے کا معنی بہائیت میں یہ ہے کہ انسان کھانے اور پینے سے رک جائے۔ کھانے اور پینے سے طلوع آفتاب سے لیکر غروب آفتات تک رک جائیں(۲۱)۔ گویا کھانے پینے کے علاوہ ہر چیز کی اجازت ہے۔ اور مسافر اور مریض اور حاملہ دودھ پلانے والی اور بوڑھے تمام کو روزہ معاف ہے۔

بلکہ ایسے لوگوں سے روزہ معاف کیا گیا جو سخت کام کرتے

ہوں (۲۲)۔ یہ ان کی شریعت ہے کا خلاصہ ہے جس کا مقابلہ وہ اسلامی شریعت سے کرتے ہیں۔

زکٰوۃ بہائیت میں

باقی چیزوں کی مانند اس نے زکٰوۃ میں بھی اپنی طرف سے من گھڑت باتیں بیان کی ہیں۔ ایک مقام پر لکھا ہے:

"تم پر زکٰوۃ کے ساتھ مال کو پاک کرنا فرض کیا گیا ہے" (۲۳)۔ اور اس کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ہے کہ زکٰوۃ کس پر فرض ہے؟ اور کس کو دی جائے؟ کتنی دی جائے؟ اور کب دی جائے؟۔ اپنے زعم کے مطابق بہائی شریعت تمام شریعتوں کو منسوخ کرنے والی ہے بلکہ ایک دفعہ جب بہاء اللہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا:

"ہم اس کے نصاب کی تفصیل عنقریب بتائیں گے جب اللہ چاہے گا بے شک وہ جو چاہتا ہے اپنے علم کے ساتھ کرتا ہے" (۲۴)۔ کتب بہائیہ میں بعد میں اس کی کوئی تفصیل نہیں ملی۔ کیونکہ جھوٹے آدمی کا حافظہ نہیں ہوتا۔ ان کے اللہ نے نہیں

چاہا۔ لہذا ایسا نہیں ہو سکا۔ پوری کوشش کے باوجود ان کی کتب میں کچھ نہیں ملتا سوائے اس کے جو مازندرانی نے کہا:

"زکوٰۃ میں اسی طرح سے عمل کریں جس طرح فرقان میں نازل ہوا ہے یعنی قرآن" (۲۵)۔ ہر صاحب علم یہ جانتا ہے زکوٰۃ کی تفصیل قرآن مجید میں نہیں بلکہ حدیث نبوی ﷺ میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا یہ بالکل جاہل تھا۔ اور اس کی شریعت اور کتب جو کہ بقول اس کے دیگر شریعتوں کی ناسخ ہے کسی قسم کی زکوٰۃ کی تفصیل نہیں دیتی۔

حج

ان کے ہاں حج اس مقام کا ہے جہاں پر بغداد میں حسین علی تھا۔ یا علی محمد شیرازی الباب کا وہ گھر جو شیراز میں تھا۔ ملاحظہ ہو "حج بغداد میں بیت اعظم کا ہے اور شیراز میں بیت النقطہ کا ہے" (۲۶)۔ یہ عورت اور مرد کی مساوات کا دعویٰ کرتے لیکن عورت پر حج کو ضروری قرار نہیں دیتے۔ حسین علی خود کہتا ہے:

"اللہ نے حکم دیا ہے کہ جو تم میں سے طاقت رکھے بیت کا

حج کرے"

عورتوں کو ضرورت نہیں اللہ نے اپنی رحمت کی وجہ سے ان کو حج معاف کر دیا ہے۔ بے شک وہ عطا کرنے والا ہے"(۲۷)۔حج کے بارے میں بھی کوئی تفصیل بیان نہیں کی گئی۔

بہائیت میں توحید

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جتنے بھی نبی بھیجے ان کو توحید کی دعوت کے لئے بھیجا ہے۔ لیکن بہائیت کا دین لوگوں کو شرک کی دعوت دیتا ہے اور توحید کی نفی کرتا ہے۔ چنانچہ خود حسین علی مازندرانی کہتا ہے:

"وہ خود خدا ہے اور وہ حقیقت ربّانی ہے"(۲۸)۔

مازندرانی کا استاد باب کہتا ہے:

"آدم سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مشیت کا مظہر نقطہ ہی تھا"(۲۹)۔

مازندرانی اپنے بارے میں کہتا ہے:

"میری شکل میں اللہ نظر آتا ہے اور میرے جمال میں اسی

کا جمال ہے" (۳۰)۔

ان کے ہاں تعدد الٰہ کا تصور بھی ہے۔ ایک بہائی داعی لکھتا ہے:

"ان تعدد الالھہ لا ینافی بوحدۃ ذات اللّٰہ تعالیٰ" (۳۱) (کئی معبودوں کو ماننا توحید کے خلاف نہیں ہے)۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسی جس کو عیسائی اللّٰہ کا ظہور کہتے ہیں انہوں نے اس کے چہرے میں اللّٰہ کے چہرے کو دیکھا اور اس کے منہ سے اللّٰہ کی آواز سنی" (۳۲)۔

بہائیوں کا بہاء اللّٰہ کے متعلق عقیدہ یہ ہے کہ "ان ظھورہ ظھور اللّٰہ مستقلاً" (۳۳)۔ (اس کا ظہور اللّٰہ کا ہی مستقل ظہور ہے)۔

بہائیت میں رسالت و نبوت

بہائی لوگ اپنے نبی کے متعلق یہ خیال کرتے ہیں اس کو الہ کا درجہ حاصل ہے۔ بلکہ بہاء اللّٰہ کے الفاظ میں اس نے یہ کہا:

"میں اللّٰہ ہوں" (۳۴)۔

نبوت کے متعلق ان کا عقیدہ یہ ہے جب روحانیت میں انحطاط آجائے اور لوگوں کے اخلاق بدل جائیں تو رسول ظاہر ہوتا

ہے (۳۵)۔ بہائی انقطاع وحی اور رسالت کے قائل نہیں ہیں۔ کہتے ہیں انقطاع وحی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حقیقیت میں کوئی سند نہیں رکھتی (۳۶)۔ لیکن ان چیزوں کے باوجود مازندرانی کے بعد نبوت کے قائل نہیں ہیں (۳۷)۔

بہائیت میں آخرت کا تصور

آخرت سے متعلق مسائل کا بہائیت میں کوئی ذکر نہیں۔ اس طرح آخرت سے تعلق رکھنے والے امور مثلاً عذاب قبر، موت کے بعد زندگی، حشر نشر، حساب، جزا و سزا جنت و دوزخ اور قیامت وغیرہ کسی چیز کا بھی ان کی کتب میں ذکر نہیں۔
جب عقائد کے بارے میں ان کا یہ حال ہے تو "قیاس کن زگلستان من بہار مرا"۔

احکام ومعاملات

مازندرانی نے الاقدس میں زنا اور اس کا حکم اور اس سزا کا ذکر کیا ہے۔ لیکن غلمان کے ساتھ برائی کرنے کے متعلق اس نے

خاموشی اختیار کی ہے چنانچہ کہتا ہے کہ

"تم پر تمہارے والد کی بیوی حرام کی گئی ہے ہم حیا کرتے ہیں کہ غلمان کے حکم کا ذکر کریں" (۳۸)۔ کیا کسی دین یا شریعت میں ایسی مثال موجود ہے کہ کسی گناہ کبیرہ کا ذکر اس وجہ سے نہ کیا جائے کہ ایسا کرنا شرم وحیا کے خلاف ہے یا اس کی سزا بیان نہ کی جائے۔

بہائیوں کے نزدیک محرمات

بہائیوں کے نزدیک باپ کی بیوی کے سوا ہر عورت سے نکاح جائز ہے خواہ وہ بہن ہو، خالہ ہو، پھوپھی ہو، رضاعی ماں ہو، بیٹی ہو، نواسی ہو، پوتی ہو۔ چنانچہ مازندرانی نے اپنی کتاب الاقدس میں حرمت کے اصول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"قد حرمت علیکم ازواج آباءکم" (۳۹)۔

زنا و تعدد ازواج

بہائیوں کے نزدیک دو سے زیادہ بیویاں رکھنا ناجائز ہے۔

چنانچہ بہاء اللہ کہتا ہے۔

"تم پر نکاح فرض ہے لیکن دو سے زیادہ نہ کرو" (۴۰)۔ ان کے نزدیک تعدد ازواج تو جائز نہیں مگر حرام کاری جائز ہے۔ چنانچہ عبدالبھا نے لکھا ہے کہ

"جس نے کنواری لڑکی کو خدمت کے لئے رکھا اس پر کوئی گناہ نہیں" (۴۱)۔

استبدال زوج

بہاء اللہ کہتا ہے کہ خاوند کو اگر کوئی عورت بدلنا چاہے تو وہ طلاق یا خلع کے بغیر بدل سکتی ہے۔ اگر کسی عورت کا خاوند کہیں کام پر چلا جاتا ہے اور وہ ۹ ماہ تک گھر نہ آئے تو بیوی کسی دوسرے شخص کے پاس جا سکتی ہے (۴۲)۔ عورت کو اگر انتظار کی مدت میں خاوند کے متعلق خبر مل جائے تو بھی اسے اختیار ہے کہ چاہے تو وہ اسے قبول کر لے چاہے اس کو چھوڑ کر کسی غیر کے پاس چلی جائے۔

بہائیت کے متبرک ایّام

بہاء اللہ نے مسلمانوں کی ہر لحاظ سے مخالفت کی قرآن کریم کے بیان کردہ ۱۲ مہینوں کی جگہ اس نے ۱۹ ماہ بنائے اور ہر مہینے کے ۱۹ دن اس طرح سے اس پانچ متبرک دن قرار دیئے اور انہیں بہائیوں کی عیدیں قرار دیا:

۱ - عید نوروز ۲ - عید رضوان ۳- عید میلاد الباب

۴- عید میلاد مازندرانی ۵- عید المبعث (اس دن شیرازی نے اپنی دعوت کا آغاز کیا)(۴۳)-

حوالہ جات

۱- مازندرانی، الاقدس الفقرہ ۲۹۸ بہائیہ، ص ۱۴۹

۲- مازندرانی، سورۃ الھیکل نقلاً عن بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۵

۳- مازندرانی، الاقدس فقرہ ۲۸۲

۴- الجلبائی جانی، ابو الفضل، الحجج البہیہ ص ۱۲۴-۱۲۵

۵- مازندرانی، الاقدس فقرہ ۱۴، البہائیہ، ص ۱۵۰

۶- مازندرانی، الاقدس فقرہ ۲۹۳-۲۹۴

۷- مازندرانی، الاقدس فقرہ ۱۵

۷-۱- علامہ احسان الٰہی ظہیر، البہائیہ، ص ۱۵۱

۸- دروس الدیانہ البہائیہ، ص ۲۴

۹- حیدر علی بہائی، بہجہ السرور، ص ۲۵۸

۱۰- مازندرانی، الاقدس، فقرہ ۲۴

۱۱- مازندرانی، الاقدس فقرہ ۱۳

۱۲- خزینہ حدود واحکام، ص ۲۲

۱۳ - مازندرانی، الاقدس فقرہ ۳۲

۱۴ - مازندرانی، اقدس فقرہ ۳۰

۱۵ - خاوری بہائی، خزینہ حدود واحکام، ص ۳۰

۱۶ - لاسلمت بہائی، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۹۸

۱۷ - مازندرانی، الاقدس الفقرہ ۱۹

۱۸ - عبدالبہاء عباس، لوح المیر اصغر علی بحوالہ کتاب خزینہ حدود احکام، ص ۳۲-۳۳

۱۹ - مازندرانی، کتاب الاقدس، الفقرہ ۴۰

۲۰ - مازندرانی، لوح کاظم، والخزینہ حدود الاحکام، ص ۳۶

۲۱ - مازندرانی، الاقدس الفقرہ ۴۷، خزینہ حدود احکام، ص ۴۹

۲۲ - خاوری بہائی، الاقدس فقرہ نمبر ۴۴؛ خزینہ حدود واحکام، ص ۴۶

۲۳ - مازندرانی، الاقدس الفقرہ ۳۵۰

۲۴ - مازندرانی، الاقدس الفقرہ ۳۵۱

۲۵ - مازندرانی، لوح زین المقربین بحوالہ البہائیہ، ص ۱۶۹

۲۶ - خاوری بہائی، گنجینہ حدود احکام، ص ۶۸

۲۷ - مازندرانی، الاقدس الفقرہ ۶۸

۲۸- عباس آفندی، مکاتیب عبدالبهاء، ص ۱۳۳

۲۹- شیرازی "البیان والبرھان" باب نمبر ۱۶، البھائیہ، ص ۱۷۸

۳۰- مازندرانی، سورۃ الھیکل اور بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۵۰

۳۱- جلبائی جانی، الحجج البیہیہ، ص ۲۵

۳۲- لاسلمت بہائی، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۲۱۰

۳۳- مجلہ کوکب الھند، ج ۶، جون ۱۹۲۸، البھائیہ ص ۲۹

۳۴- لاسلمت بہائی، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۴۷

۳۵- ایضاً، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۸

۳۶- علامہ ظہیر، بہائیہ، ص ۱۸۱

۳۷- مازندرانی، الاقدس البھائیہ، ص ۱۸۱

۳۸- مازندرانی، الاقدس فقرہ ۲۵۸

۳۹- مازندرانی، الاقدس فقرہ، ۲۳۵

۴۰- مازندرانی، الاقدس فقرہ ۱۴۲

۴۱- مازندرانی، الاقدس فقرہ ۱۴۲

۴۲- مازندرانی، الاقدس فقرہ ۱۴۹-۱۵۰

۴۳- البھائیہ، ص ۲۱۷-۲۱۸

باب پنجم

بہائیت کے جھوٹ اور پیشین گوئیاں

بہاء اللہ نے جھوٹ بولنے کا ریکارڈ قائم کیا اور ہر موقع پر اس نے کذب بیانی سے کام لیا۔ چنانچہ اپنی جلاوطنی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"وہ بد ترین مقام پر ٹھہرا" (۱)۔

پھر اس نے کہا "مجھے بد ترین ملک اور بد ترین جیل میں قید رکھا گیا (۲)۔ حالانکہ حقیقت اس کے قطعی خلاف ہے۔ عکہ ان دنوں دنیا کا خوبصورت اور سرسبز و شاداب علاقہ تھا جہاں کے باغات اور پھل بہت مشہور تھے اس طرح جس جیل میں یہ قید تھا وہاں اس کو دنیا کی ہر نعمت پہنچائی جا رہی تھی۔ اس کی گواہی براؤن نے دی ہے۔

براؤن نے بھی اس کے جھوٹ پر تعجب کا اظہار کیا۔ وہ کہتا ہے کہ

"یہ علاقہ سر سبز و شاداب تھا اور بہاء اللہ کے اس قول پر مجھے تعجب ہوا کہ وہ اسے بری جگہ کہتا ہے" (۳)۔

باب شیرازی کے بارے میں یہ کہتا تھا کہ وہ میرا مبشر تھا جبکہ اپنے آپ کو اس سے بزرگ قرار دیتا تھا (۴)۔

حالانکہ بہاء اللہ باب شیرازی کا پیرو کار تھا اور اس کا شاگرد تھا اور اسی وجہ سے اس کو دو مرتبہ جیل میں ڈالا گیا (۵)۔

بہائی یہ بات کہتے ہیں کہ مرزا حسین علی، علی محمد باب کی "من یظہرہ اللہ" پیشین گوئی کا مصداق ہے۔ جب کہ کئی "من یظہرہ اللہ" پیدا ہو گئے تھے مثلاً مرزا اسد اللہ طبریزی مرزا عبداللہ غوغا۔ حسین میلانی۔ سید حسین ہندیانی وغیرہ۔

حتیٰ کہ اس کثرت سے یہ پیدا ہوئے کہ جو نیند سے بیدار ہوتا وہ من یظہرہ اللہ کا مصداق بن کر اٹھتا ہے (۶)۔

اس کا ایک جھوٹ یہ ہے کہ اس کے خیال میں کوئی نبی اس وقت آتا ہے جب پہلے نبی کی تعلیمات نکتہ کمال کو پہنچ جاتی ہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آئے اور ان کے بعد ۱۲۸۰ ھ میں باب شیرازی خود پیدا ہو گیا۔ اسی طرح سے من یظہرہ اللہ بھی اس عرصہ کے بعد آئے گا(۷)۔

اس طرح اس کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۵۱۱ ھ کے لگ بھگ یا ۲۰۰۱ء کے بعد آئے گا(۸)۔

اس کا ایک بہت بڑا جھوٹ یہ ہے کہ بہاء اللہ کہتا ہے کہ میں نے باب شیرازی پر البیان نازل کی تھی جس کو لوگوں کے لئے بشارت بنایا(۹)۔ کہیں یہ کہتا ہے "باب شیرازی نے البیان خود گھڑی ہے"(۱۰)۔

بہاء اللہ کے جھوٹ کے یہ چند نمونے ہیں۔ وگرنہ اس کی تحریریں اور دعاوی جھوٹ کا پلندہ ہیں بقول براؤن یہ اتنا جھوٹ بولتے ہیں کہ سچ کی پہچان ہو ہی نہیں سکتی(۱۱)۔

بہاء اللہ کی پیشین گوئیاں

بعض اوقات نبوت کی علامات کے طور پر ضروری ہوتا ہے کہ نبی غیب اور مستقبل کے متعلق کچھ خبریں بتائے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی غیب جانتا ہے اور مستقبل کے حالات و واقعات سے باخبر

ہوتا ہے اور چونکہ نبی کا براہ راست اللہ تعالیٰ سے تعلق ہوتا ہے اور اس لئے نبی کو کچھ نہ کچھ ان کے بارے میں آگاہی ہوتی ہے اور وہ پیشین گویاں کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے "عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احداً الاّمن ارتضی من رسول" (۱۲)۔

حضور ﷺ نے بعض پیشین گوئیاں کیں اور حرف بحرف پوری ہوئیں مثلاً حضرت عمر فاروقؓ بیان فرماتے ہیں پیغمبر ﷺ کل ہمیں بدر میں قتل ہونے والے لوگوں کے گرنے کی جگہیں بتاتے تھے فرماتے تھے۔ "کل اس جگہ انشاء اللہ فلاں گرے گا اور اس جگہ انشاء اللہ کل فلاں گرے گا"۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ان میں سے کسی آدمی نے بھی اس حد سے تجاوز نہ کیا جہاں حضور ﷺ نے بتلایا تھا (۱۳)۔

اسی طرح سے قرآن مجید میں جتنی پیشین گویاں آئی ہیں وہ سچّی ہیں اور کلام اللہ کے حق ہونے کی دلیل ہیں۔ جیسا کہ سورۃ روم میں ارشاد ہے۔

"الم. غلبت الرّوم فی ادنی الارض وھم

من بعد غلبهم سيغلبون فی بضع سنين(۱۴).

اس کا مقصد یہ ہے کہ رومی جو کہ عیسائی تھے اور مسلمانوں سے زیادہ تعلق تھا وہ جزیرہ کی سرزمین میں آتش پرست ایرانیوں سے شکست کھا گئے جس پر کفّار و مشرکین مکہ خوش ہوئے مگر مسلمانوں پر یہ شاق گذرا تو اللّٰہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مذکورہ بالا پیش گوئی کردی کہ چند سالوں میں رومی غالب آجائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ پیشین گوئی سچ ثابت ہو کر قرآن کریم اور نبوّت کی حقانیت کی دلیل کے طور پر تا قیامت قائم ہے(۱۵)۔

بہائی بھی کہتے ہیں کہ نبی کی زبان سے جو پیشین گوئی نکلتی ہے وہ پوری ہوتی ہے۔ اگر وہ پوری نہ ہو تو اسے کلام ربّانی نہ سمجھا جائے(۱۶)۔ اب آئیے دیکھتے ہیں کہ بہاء اللّٰہ نے جو پیشین گوئیاں کی ہیں وہ سچی ثابت ہوئیں یا نہیں؟

پیشین گوئی نمبر ۱

اہل عراق کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ بہاء اللّٰہ پر فخر کریں اور عنقریب وہ کریں گے لیکن ان دنوں میں وہ نہیں سمجھتے(۱۷)۔

اس کی یہ پیشین گوئی اب تک پوری نہیں ہوئی جس سے ثابت ہوا کہ یہ شخص جھوٹا تھا۔

پیشین گوئی نمبر ۲

طہران کے بارے میں اس نے یہ کہا کہ یہ بہائیوں کا مرکز ہو گا اور اسے غلامی سے نجات مل جائے گی(۱۸)۔ اس کی یہ خواہش آج تک پوری نہیں ہوئی بلکہ اس کو وہاں سے ذلیل کر کے نکالا گیا۔

پیشین گوئی نمبر ۳:

اس نے دعویٰ کیا کہ اس کا دین تمام ادیان پر غالب آئے گا۔ لوح العالم میں لکھا ہے:

"دنیا کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس چیز کو مضبوطی سے پکڑیں جو ان پر اتری ہے یعنی بہائیت تاکہ وہ حقیقی آزادی سے فیض یاب ہوں"(۱۹)۔

پھر یہ کہتا ہے کہ

"عنقریب قیّوم (مازندرانی) تمام زمین پر غالب آ جائے گا"(۲۰)۔

اس کو مرے ہوئے تقریباً سو سال ہو چکے ہیں مگر اس کے غلبہ کے کوئی آثار تک نہیں۔

ان تمام پیشین گویوں کے غلط ثابت ہونے سے یہ اظہر

من الشمس ہے کہ یہ شخص جھوٹا تھا۔

حوالہ جات

۱ - مازندرانی، کلمات الہیہ من مجموعہ الواح، ص ۱۰۴-۵

۲ - مازندرانی، لوح ابن ذئب، ص ۴۶

۳- براؤن، مقدمہ نقطہ الکاف، ص ط

۴- لاسلمت بہائی، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۲۷-۲۸

۵ - ایضاً، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۳۲

۶ - احمد کرمانی روحی البابی، ہشت بہشت بحوالہ براؤن، مقدمہ نقطہ الکاف، ص م

۷- مازندرانی، البیان بحوالہ البھائیہ، ص ۲۹۴

۸- مازندرانی، البیان بحوالہ البہائیہ، ص ۲۹۶

۹ - مازندرانی، کلمات فردوسیہ، ص ۱۷۳

۱۰ - مازندرانی، لوح ابن ذئب، ص ۱۱۵-۱۱۶

۱۱ - براؤن، مقدمہ نقطہ الکاف، ص ل-ط

۱۲ - سورۃ جن ۲۶-۲۷

۱۳- مسلم، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۱۰۲، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ بدر۔

۱۴- سورۃ الرّوم آیات ۱-۳۰

۱۵- الترمذی، السنن، ج ۲، ص ۱۵۰، ابواب التفسیر، سورۃ الروم

۱۶- لاسلمت بہائی، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۲۲۹

۱۷- مازندرانی، سورۃ الامین، ص ۱۹، طبع پاکستان

۱۸- مازندرانی، الاقدس بحوالہ، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۲۳۳

۱۹- مازندرانی، لوح العالم، ص ۲۲۲

۲۰- مازندرانی، الاعظم الابہی، ص ۹۹

باب ششم

بہائیت کے زُعماء اور فرقے

عبدالبہاء عباس آفندی

بہائیت کے آج تک کئی لیڈر پیدا ہوئے۔ مگر چند ایک بہت مشہور ہوئے جن میں بہاء اللہ کا وارث اور دعویدار نبوت عبدالبہاء عباس آفندی زیادہ مشہور ہوا اور اس نے اپنے باپ کو مبالغہ کر کے الوہیت کے مقام تک پہنچا دیا۔ یہ شخص بڑا مکار، دھوکے باز اور مسلمانوں کا غدّار اعظم تھا۔ اپنے باپ کے عقائد کو خوب سمجھتا تھا اور ان کو آگے بیان کرنے میں ید طُولیٰ رکھتا تھا۔ اس نے اپنے باپ کی تعلیمات میں بہت اضافے کئے اور اُسے قدیم و جدید کا مرقع بنا کر پیش کیا تاکہ اس کے باپ کی جھوٹی نبوت زیادہ کارگر ہو سکے یہ کہا جاتا ہے کہ دراصل بہائیت کو مستحکم کرنے

والا یہی شخص تھا کیونکہ اس نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے اپنے باپ کے عقائد کو پیش کیا اس کے بارے میں مرزا محمد علی مھدی خان کہتا ہے:

"میرا یہ یقین ہے کہ اگر عباس نہ ہوتا تو بہائیہ کا وجود ہی نہ ہوتا" (۱)۔

عبدالبہاء عباس ۲۳ مئی ۱۸۴۴ء میں بمطابق ۱۲۶۰ھ کو طہران میں اس دن پیدا ہوا جس دن باب شیرازی نے اپنی نبوت کا اعلان کیا (۲)۔

یہ بچپن میں کافی مشکلات میں گھرا رہا جبکہ اس کا والد اسیر تھا اور پھر جلاوطن کیا گیا تو یہ اپنے باپ کے ساتھ ساتھ رہا (۳)۔

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ یہ شخص بڑا دھوکہ باز تھا چنانچہ اس کا باپ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا مخالف تھا اور بہائی مذہب میں جماعت کے ساتھ نماز ممنوع تھی مگر عبدالبہا مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ دینے کی خاطر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیتا تھا۔ خاص کر بیروت میں قیام کے دوران یہ شخص مسلمانوں کے ساتھ پانچوں نمازیں پڑھ لیتا اور کبھی کبھی جمعہ بھی پڑھ لیتا تھا (۴)۔

چونکہ استعمار کا آلہ کار تھا اس لئے ان کی تائید کے لئے اپنے باپ کی طرح بہت سا کام کیا اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں وہی نظریہ پیش کیا جو عیسائی پیش کرتے ہیں۔ وہ عیسائیوں کے ساتھ ان کے گرجا گھروں میں عبادت کرتا تھا حتیٰ کہ یہ شخص حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کا بھی قائل تھا (۵)۔

اسی طرح امریکہ میں یہ شخص یہودیوں کے صوامع (SYNAGOGUE) میں جا کر ان کے ساتھ عبادت کرتا تھا (۶)۔

عبدالبہاء یہودیوں اور عیسائیوں کے وسائل سے امریکہ اور یورپ کے کئی شہروں میں دو سال تک اپنی دعوت پھیلاتا رہا۔ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۳ء تک اس نے امریکہ اور یورپ میں مسلمانوں کے خلاف کام کیا اور اپنے والد کی جھوٹی نبوت کے مراکز قائم کئے (۷)۔

جب اس کا اپنے بھائی کے ساتھ اختلاف بڑھا تو اسے معاشی طور پر ختم کرنے کے لئے اپنے تمام ساتھیوں سے کہا کہ اس کا بائیکاٹ کریں حتیٰ کہ اسے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ یہ اتنا بد

اخلاق تھا کہ اپنی سوتیلی ماں اور اس کے بیٹے کو بھی گھر سے نکال دیا۔ یہ اپنے مخالف بھائی کے جنازے میں بھی شامل نہ ہوا (۸)۔

۱۹۲۱ء (۱۳۴۰ھ) میں اس کا انتقال ہوا اس کی چار بیٹیاں تھیں جو اس کی بیگم منیرہ خانم کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ یہ وہی منیرہ خانم ہے جو شادی سے پہلے اس شخص کے عشق میں گرفتار ہو گئی تھی۔

شوقی آفندی

شوقی آفندی عبدالبہاء عباس کے بعد دوسرا بڑا رہنما گزرا ہے جس پر بہائیت کو بڑا فخر ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اس شخص نے بہائیت کے پرچار میں نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ شخص خدا داد صلاحیتوں کا مالک تھا۔ شوقی عباس کا نواسہ تھا اور عباس نے اسے اپنا اور اپنے والد کے مشن کا وارث ڈیکلر کیا تھا۔ حالانکہ عباس کے بھائی موجود تھے مگر اس نے اپنے نواسے شوقی آفندی کو اپنی اور اپنے والد کی جھوٹی نبوت کا وارث قرار دیا اور اس کے بارے میں لکھا کہ "شوقی آیت اللہ" ہے۔ جس نے اس کی نافرمانی کی اس

نے اللہ کی نافرمانی کی جس نے اس سے منہ پھیرا اس نے اللہ سے

منہ پھیرا"(۹)۔

شوقی ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوا اور اس نے امریکن کالج بیروت

میں تعلیم حاصل کی بعد ازاں اس نے آکسفورڈ میں تعلیم مکمل

کی(۱۰)۔

اس کا لقب ولی امر اللہ تھا اور اس نے ۱۹۳۶ء میں ایک

امریکی عورت ماری میکس ویل سے شادی کی۔ ۱۹۵۷ء میں اس کا

دل کے عارضہ سے انتقال ہو گیا اور لندن میں عیسائی قبرستان میں

دفن ہوا(۱۱)۔

ابو الفضل الجلبائیجانی

اس کا نام الملا محمد بن ملا محمد رضا جلبائیجان تھا۔ ۱۸۴۴ء

میں جلبائیجان نامی بستی کے ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا

(۱۲)۔

اس نے اصفہان سے تعلیم حاصل کی۔ کئی جگہ پڑھاتا رہا مگر

اس کی طرف جب کسی نے توجہ نہ کی تو اپنے مذہب شیعیت کو

چھوڑ کر لوگوں سے انتقام لینے کی خاطر اس نے ۱۸۷۶ء میں بہائیت اختیار کرلی۔ تاکہ اپنی انفرادیت کو قائم کرے اور شہرت و ناموری حاصل کرے۔ اس کی وفات ۱۹۱۴ء میں ہوئی(۱۳)۔

مرزا محمد علی آفندی

مرزا محمد علی بغداد میں ۱۸۵۳ء/۱۲۷۰ھ میں پیدا ہوا یہ مازندرانی کی دوسری بیوی مہد عُلیا کے بطن سے تھا۔ یہ فلسطین ادرنہ اور عکہ وغیرہ کے سفر میں اپنے باپ کے ساتھ رہا حتی کہ اسے موت آگئی۔ اس نے اپنے بھائی عبدالبہا سے اختلاف کیا اور الگ ایک فرقہ بنالیا جس کا نام اہل التوحید تھا(۱۴)۔

ابراھیم جورج خیر اللّٰہ

ابراھیم امریکہ میں بہائیت کا پہلا مبلغ ہے۔ یہ ۱۱ نومبر ۱۸۴۹ء کو شام کے ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا اور بیروت کے امریکی کالج سے تعلیم حاصل کرکے مصر چلا گیا جہاں اس نے بہائی مذہب قبول کرکے امریکہ کو اپنا مرکز بنایا۔ ۱۸۹۴ء میں اس

نے شکاگو میں بہائی مرکز قائم کیا جو آج ان کا دنیا میں سب سے بڑا مرکز ہے۔ اس کے قیام میں اس کی انگریز بیوی کی کوششوں کو بھی بڑا دخل تھا۔ اس وقت پوری دنیا میں شکاگو سے بہائیت کے لٹریچر کی اشاعت زور شور سے جاری ہے (۱۵)۔

مس مارٹا رُوٹ

یہ خاتون امریکی تھی جس نے بہائی مذہب کی اشاعت کے لئے بڑا کام کیا۔ یہ OHIO کے شہر میں ۱۸۸۲ء میں پیدا ہوئی شکاگو میں تعلیم حاصل کی صحافت کو بطور پیشہ اختیار کیا۔ ۱۹۱۲ء میں بہائیت سے متاثر ہو کر اس کے اندر داخل ہوئی (۱۶)۔

مس روٹا نے ساری زندگی شادی نہیں کی وہ عباس کے ساتھ پوری دنیا میں بہائی مذہب کی تبلیغ کے لئے سفر کرتی رہی۔ امریکہ یورپ برصغیر ہند غرضیکہ ہر ملک میں یہ عباس کے ساتھ اپنے جھوٹے مذہب کی تبلیغ کے لئے ماری ماری پھرتی رہی (۱۷)۔

مس روٹا ۲۸ ستمبر ۱۹۳۹ء میں فوت ہوئی۔ اس کی مدح وستائش کرنے میں سارے بہائی آگے آگے تھے خاص کر شوقی

نے اس کے بارے میں کہا کہ "پاکیزہ پتہ، شہرہ آفاق مبلّغہ، شمع محبت و الفت، بہائیوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک، مارٹا روٹ خلد کے اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہو گئی" (۱۸)۔

لورا کلیفورڈ بارنی

یہ ایک انگریز عورت تھی جس نے بہائیت کی خوب تبلیغ کی اس کے متعلق بروکلیمان کہتا ہے کہ "عبدالبہا نے اپنے مذہب کی نشر و اشاعت کے لئے ایک انگریز عورت لورا کلیفورڈ بارنی کو شامل کیا۔ اس عورت نے بہائی مذہب کی تعلیمات کو انگریزی اور فرانسیسی زبان میں ترجمہ کر کے خوب پھیلایا۔ وہ اس کی سچی پیروکار تھی (۱۹)۔

فرقے

السماویہ

یوں تو بہائی مذہب میں کئی فرقے بنے بلکہ ان کے ہر لیڈر نے علیحدہ علیحدہ اپنا فرقہ بنایا لیکن چند ایک فرقے مشہور ہیں جن میں پہلا فرقہ السماویہ کہلاتا ہے۔ بہائی مذہب کے اس فرقے کو جمشید مانی نے پروان چڑھایا یہ خراسانی تھا یورپ میں تعلیم حاصل کی اور اس نے انڈونیشیا میں تدریس شروع کی تو وہاں پر اس نے بہائیوں میں اعلان کیا کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا تھا اور اللہ سے ہمکلام ہوا ہے اور اسے اپنے زمانے کا نبی بنایا گیا ہے۔ اللہ نے اس کو سماء اللہ کا لقب دیا ہے۔ جس سے اس کا فرقہ سماویہ پیدا ہو گیا۔ ان کا اعتقاد ہے کہ "باب شیرازی مبشر تھا، مازندرانی رب تھا، عبدالبہا نبی اور رسول تھا اور جمشید سماء اللہ آخری مظہر الٰہی تھا" (۲۰)۔

سہرابیہ

یہ فرقہ مرزا احمد سہراب کی طرف منسوب ہے۔ یہ عباس کے مرنے کے بعد شوقی کی ولایت کا منکر ہے۔ بہت سے لوگوں نے امریکہ میں اس کی پیروی کی اور وہ سہرابی کہلائے۔ اس کی

مقبولیت کی وجہ شوقی کی بری عادات بنیں کیونکہ شوقی بہائی مذہب کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتا تھا(۲۱)۔

میسن ریموٰن

MASSON REEMI

اس فرقہ کا نام اتباع الرئیس یا میسن ریموٰن ہے۔ یہ ایک یورپین میسن ریمی کے نام سے منسوب ہے جو شوقی کا مقرب تھا حسین و جمیل شخص تھا۔ اس نے شوقی کو بد راہ کر کے یورپ کی رنگین راتوں میں گم کیا۔ جب شوقی بہائیوں کا ولی لامر بنا تو اسے مقرب بنا کر رئیس کا لقب دیا جس سے یہ فرقہ اتباع الرئیس کہلایا، شوقی کی چونکہ اولاد نہ تھا تو میسن ریمی بہائیوں کا ولی الامر بن بیٹھا اور بعد میں اس نے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا اور اس نے فرانس اور یورپ و امریکہ کے کئی لوگوں کو اپنا پیروکار بنا لیا(۲۲)۔

حوالہ جات

۱ - مرزا محمد مہدی خان، مفتاح باب الابواب، ص ۳۵۶

۲ - عبدالحسین آوارہ، الکواکب الدریہ فی معاصر البھائیہ، ص ۳۹،

لاسلمت بہائی، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۵۲-

۳- سلیم قبعین البہائی، عبدالبہا والبہائیہ، ص ۱۷ ، طبع قاہرہ،

۱۹۲۲ء

۴- محمد رشید رضا، تاریخ الاستاذ الامام، ص ۹۳۰

۵ - عبدالبہاء عباس آفندی، مکاتیب عبدالبہا، ص ۱۳۸ ، انگریزی

ایڈیشن

۶ - لاسلمت بہائی، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۱۲۴

۷- دائرہ المعارف اردو، ج ۵، ص ۹۴

۸- براؤن، الدراسات فی الدیانہ البابیہ، ص ۸۰-۸۵،

عبدالبہا عباس آفندی، الواح وصایای المبارکہ، ص ۲۲-۲۳

۹ - عبدالبہا عباس آفندی، الواح وصایای المبارکہ، ص ۱۲

۱۰ - سلیم قبعین البہائی، عبدالبہاء والبہائیہ، ص ۱۸۰

١١ - دائرۃ المعارف اردو، ج ۵، ص ۹۴

۱۲ - سلیم قبعین البجائی، عبد البہاء والبہائیہ، ص ۱۸۱

۱۳ - ایضاً، عبد البہاء والبہائیہ، ص ۱۸۳، ۱۸۷

الجلبائی جانی، الفرائد، ص ۱۱

۱۴ - خطیب، دروس الدیانۃ البہائیہ، ص ۶۳

۱۵ - ایضاً، ص ۹۳

۱۶ - خاوری بہائی، اسرار ربانی، ج ۱، ص ۱۸۲

۱۷ - خاوری بہائی، رحیق مختوم، ج ۱، ص ۱۳۸

۱۸ - بقائے روح فی ترجمہ مارٹاروٹ، ص ۳۰، طبع پاکستان

۱۹ - بروکلمان، تاریخ الشعوب الاسلامیہ، ج ۳، ص ۳۶۸

۲۰ - کنیعاز پرنس دالغورکی، ص ۷۶

۲۱ - علامہ ظہیر، البجائیہ، ص ۳۵۸

۲۲ - کنیاز پرنس دالغورکی، پرنس دالغورکی، ص ۷۶-۷۷،

علامہ ظہیر، البجائیہ، ص ۳۵۱

باب ہفتم

ختم نبوت

ختم نبوت قرآن کریم کی رُو سے

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ سبحانہ وتعالی نے نبوت ختم کر دی ہے اور اسلام کو بحیثیت دین مکمل کر دیا ہے اور اس کو اپنے لئے اور تمام انسانوں کے لئے محبوب اور پسندیدہ قرار دیا ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جس پر قرون اولی سے آج تک تمام امت کا اجماع ہے اور امت محمدیہ کا کوئی ایسا گروہ نہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی نہ مانتا ہو۔ قرآن کریم سے یہ عقیدہ واضح طور پر ثابت ہے کہ کسی طرح کا کوئی نبی یا رسول اب قیامت تک نہیں آ سکتا۔ امت کا یہ بھی اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص نبوت و رسالت کا دعوی کرے گا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اس کے کفر میں کوئی شک نہیں اس سلسلے میں ہم چند آیات

قرآن کریم سے نقل کرتے ہیں:

۱۔ "وما ارسلنک الا کافه للنّاس بشیراً وّ نذیراً(۱)

(ہم نے تو آپ کو سارے ہی انسانوں کے لئے (پیغمبر بنا کر) بھیجا ہے بطور خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے کے)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ تمام نوع بشر کی طرف رسول مبعوث ہوئے ہیں اور یہ شرف آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا۔

۲۔ "تبارک الذی نزل القرآن علی عبده لیکون للعالمین نذیرا(۲)

(وہ ذات بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر کلام مجید اتارا تاکہ تمام کائنات انسانی کے لئے وہ ڈرانے والا ہو)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ تمام کائنات کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے انجام بد سے باخبر کرنے والے اور ڈرانے والے ہیں اور سارے جہانوں کے لئے حضور نبی کریم حضرت محمد ﷺ کو قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن کریم ہی اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے۔

۳- "قل یایها الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا(۳)

(کہہ دو اے لوگو! بے شک میں تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں)

دوسری آیت میں ہے:

۴۔ "وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین"(۴)

(ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)

ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں اور تمام جہانوں کے لئے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپ ہی تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اور جب آپ سارے انسانوں کے لئے رسول رحمت ہیں تو پھر دوسرا اپنے آنے کی کیا دلیل دے سکتا ہے؟ سابقہ نبیوں کو اللہ تعالیٰ درج ذیل آیت میں حکم دے رہا ہے کہ میرا آخری رسول جب آئے گا تو تمہاری شریعتیں منسوخ ہو جائیں گی۔ تم اس پر ایمان لانا۔

۵- "واذ اخذ اللّٰہ میثاق النّبیین لما اتیتکم من

كتاب وحكمة ثمّ جاءكم رسول مصدق لّما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه قال ءاقررتم واخذتم على ذلكم اصرى قالوا اقررنا قال فاشهدوا وانا معكم من الشهدين(٥)

(اور اے پیغمبر ان لوگوں کو وہ وقت یاد دلاؤ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے پیغمبروں سے اقرار لیا (یا ہر ایک پیغمبر سے) کہ میں جو تم کو کتاب اور شریعت دوں تو اگر کوئی رسول ایسا آئے جو تمہاری کتاب کو سچ بتائے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) کیا تم نے یہ اقرار کیا اور میرے اس عہد کو قبول کیا (یہ بوجھ اپنے ذمے لیا) انہوں نے عرض کیا ہم نے اقرار کر لیا فرمایا (دیکھو) گواہ رہو (ایک دوسرے پر یا فرشتو تم گواہ رہو) میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں)۔

یہ آیت ملاحظہ کیجیئے:

٦– " اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا(٦).

"آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت کو تمام کر دیا ہے اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر

لیا ہے"

یہ آیت کریمہ ناطق ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات مکمل اور بے عیب ہیں اور جس دین اسلام کا بیان اس قرآن میں ہے وہی اور صرف وہی دین ہی اللہ تعالی کے ہاں مقبول و محبوب ہے۔ اس دین کے لانے والے نبی کے بعد کسی اور نبی کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی کسی اور نبی کے آنے کی کوئی عقلی دلیل ہے۔

چنانچہ ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ یہی دین غالب آئے گا اور فی الواقع وہ جزیرۃ العرب میں غالب آیا۔ فرمایا:

۷۔ "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون"(۷)

(وہی ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ کافر ناخوش ہی کیوں نہ ہوں)

۸۔ دوسری جگہ ملاحظہ کیجئے ارشاد ہوتا ہے:

"انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون"(۸)

(ہم نے اس ذکر (قرآن کریم) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی

اس کے محافظ ہیں)

یہ دعویٰ کسی اور نبی کی کتاب کے بارے میں نہیں آیا اور یہی وجہ ہے وہ کتابیں صحیح حالت میں نہ رہ سکیں اور قرآن کریم آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہے اور قیامت تک انشاء اللہ رہے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے۔ اس لئے کسی اور شریعت یا کتاب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر قرآن کریم کے بارے میں اللہ تعالی نے اس بات کی بھی ضمانت دی ہے کہ اس میں کوئی تغیّر و تبدل نہیں ہو سکتا ارشاد ہے۔

۹- "ان الذین کفروا بالذکر لمّا جاءھم وانہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ، تنزیل من حکیم حمید" (۹).

(جن لوگوں نے ذکر کا انکار کیا جب کہ وہ ان کے پاس آیا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ (ذکر) عزت والی کتاب ہے باطل نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے آ سکتا ہے سزاوار حمد حکیم کی اتاری ہوئی ہے)۔

دوسری آیت ملاحظہ ہو۔

۱۰- "واتل ما اوحی الیک من کتاب ربک، لا مبدل لکلماته"(۱۰)

(تیرے رب کی کتاب جو تیرے اوپر اتاری گئی ہے اس کی تلاوت کر کوئی اس کے الفاظ کو بدلنے والا نہیں)

مزید فرمایا:

۱۱- "فالذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون"(۱۱).

(اور جو ایمان لاتے ہیں اس (وحی) پر جو اتاری گئی تجھ پر (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) اور جو وحی کہ اتاری گئی تجھ سے پہلے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں انہوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی اور وہی کامیاب ہیں)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ آپ ﷺ کی طرف جو کتاب بھیجی گئی ہے اور جو پہلے نازل ہو چکی ہیں ان پر ایمان لانے والے ہدایت یافتہ اور فلاح پانے والے ہوں گے۔ یہاں "وما انزل من قبلک" کے ساتھ اگر "ما ینزل من بعدک" بھی ہوتا تب تو کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا تھا کہ پہلوں کے ساتھ بعد

والوں کا ذکر بھی ہے اور وحی کا سلسلہ بھی جاری رہ سکتا ہے مگر اس سارے احتمال کو رب کریم نے بالکل ختم کر دیا ہے۔ لہذا کوئی شخص رسول کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت اور قرآن کریم کے بعد کسی کتاب پر ایمان لانے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

۱۲ - آخر میں ختم نبوّت کے ثبوت کو بالکل واضح طور پر ثابت کرنے والی مشہور آیت بھی ملاحظہ کر لیجئے ارشاد ہے:

"ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین" (۱۲).

(محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں البتہ اللّٰہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں)

مندرجہ بالا آیت اس بات کا بدیہی ثبوت ہے کہ محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے تکمیل رسالت ہو چکی ہے اور آئندہ کسی مرسل رسول یا نبی تشریعی یا غیر تشریعی کی آمد و بعثت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے۔

ختم نبوت کا جو ذکر اس سورہ احزاب میں آیا ہے، اس کا پس منظر یہ ہے کہ عرب میں منہ بولے بیٹے کو بالکل حقیقی بیٹے کی

حیثیت دے دی گئی تھی۔ وہ حقیقی بیٹے کی طرح میراث پاتا تھا۔ منہ بولے باپ کی بیوی اور بیٹوں سے اسی طرح ملاپ رکھتا تھا جس طرح ماں بیٹے اور بھائی بہنوں میں ہوا کرتا ہے۔ اور متبنّٰی بن جانے کے بعد وہ ساری حُرمتیں اس کے اور منہ بولے بیٹے کے درمیان قائم ہو جاتی تھیں جو نسبی رشتے کی بنا پر قائم ہوا کرتی تھیں۔ اللہ اس رسم کو توڑنا چاہتا تھا۔ اس نے پہلے حکم دیا کہ منہ سے کسی کو بیٹا کہہ دینے سے کوئی شخص حقیقی بیٹا نہیں ہو جاتا (آیت ۴-۵) لیکن دلوں میں صدیوں کے رواج کی وجہ سے حرمت کا جو تخیّل بیٹھا ہوا تھا وہ آسانی سے نکل نہیں سکتا تھا۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ اس رسم کو عملاً توڑ دیا جائے۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں یہ واقعہ پیش آ گیا کہ حضرت زیدؓ نے (جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے) حضرت زینبؓ کو (جو ان کے نکاح میں تھیں) طلاق دے دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس فرمایا کہ یہ موقع ہے اس سخت قسم کی جاہلی رسم کو توڑنے کا۔ جب تک آپ ﷺ خود اپنے متبنّٰی کی مطلقہ بیوی سے نکاح نہ کریں گے۔ متبنّٰی کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھنے کا جاہلی تخیّل نہ مٹ سکے گا۔ لیکن آپ ﷺ یہ

بھی جانتے تھے کہ مدینہ کے منافقین اور اطراف مدینہ کے یہود اور مکّہ کے کفّار اس فعل پر ایک طوفان عظیم برپا کر دیں گے اور آپ کو بدنام کرنے اور اسلام کو رُسوا کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں گے۔ اس لئے آپ عملی اقدام کی ضرورت محسوس کرنے کے باوجود ہچکچا رہے تھے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا اور آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ اس پر جیسا کہ اندیشہ تھا، اعتراضات اور بہتان طرازی اور افترا پردازی کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا اور خود مسلمان عوام کے دلوں میں بھی طرح طرح کے وسوسے پیدا ہونے شروع ہو گئے انہی اعتراضات اور وسوسوں کو دور کرنے کے لئے سورہ احزاب کی پانچویں رکوع کی آیات (۳۷-۴۰) نازل ہوئیں۔

ان آیات میں پہلے تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ یہ نکاح ہمارے حکم سے ہوا ہے اور اس لئے ہوا ہے کہ مومنوں کے لئے اپنے متبنّیٰ لڑکوں کی بیوہ اور مطلقہ سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ رہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ایک نبی کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ کا حکم بجا لانے میں وہ کسی کے خوف سے ہچکچائے۔ اس کے بعد اس بحث کو

اس بات پر ختم فرماتا ہے کہ:

(محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ مگر وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں)۔

اس موقع پر یہ فقرہ جو ارشاد فرمایا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معترضین کے جواب میں تین دلائل دینا چاہتا ہے۔ اس ایک فقرے میں ان تمام اعتراضات کی جڑ کاٹ دی گئی ہے۔ جو مخالفین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نکاح پر کر رہے تھے۔

ان کا اوّلین اعتراض یہ تھا کہ آپ ﷺ نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے حالانکہ آپ ﷺ کی اپنی شریعت میں بھی بیٹے کی منکوحہ باپ پر حرام ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ یہ نکاح بجائے خود قابل اعتراض نہیں ہے کیونکہ جس شخص کی مطلقہ بیوی سے نکاح کیا گیا ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعی بیٹا نہ تھا اور آپ اس کے حقیقی باپ نہ تھے۔ اس لئے فرمایا: "محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں"۔ یعنی جس شخص کی مطلقہ سے نکاح کیا گیا ہے وہ بیٹا تھا کب کہ اس کے مطلقہ

سے نکاح حرام ہوتا؟ تم لوگ تو خود جانتے ہو کہ محمد ﷺ سے کوئی بیٹا ہے ہی نہیں۔

ان کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ اچھا، اگر منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہے، تب بھی اس کی چھوڑی ہوئی عورت سے نکاح کر لینا زیادہ سے زیادہ بس جائز ہی ہو سکتا تھا، آخر اس کا کرنا کیا ضرور تھا؟ اس کے جواب میں فرمایا گیا مگر وہ اللہ کے رسول ہیں" یعنی رسول ہونے کی حیثیت سے ان پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ جس حلال چیز کو تمہاری رسموں نے خواہ مخواہ حرام کر رکھا ہے اس کے بارے میں تمام تعصبات کا خاتمہ کر دیں اور اس کی حلّت کے معاملے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں۔

تیسرے یہ کہ یہ کام اس لئے اور بھی ضروری تھا کہ محمد ﷺ محض نبی ہی نہیں بلکہ آخری نبی ہیں اس لئے مزید تاکید کے لئے فرمایا "اور وہ خاتم النبیین ہیں" یعنی ان کے بعد کوئی رسول تو درکنار کوئی نبی تک آنے والا نہیں ہے کہ اگر قانون اور معاشرے کی کوئی اصلاح ان کے زمانے میں نافذ ہونے سے رہ جائے تو بعد کا آنے والا نبی یہ کسر پوری کر دے۔ لہذا یہ اور بھی

ضروری ہو گیا تھا کہ اس رسم جاہلیّت کا خاتمہ وہ خود ہی کر کے جائیں، کیونکہ اب اگر آپ کے ہاتھوں میں یہ جاہلانہ رسم نہ ٹوٹی تو پھر قیامت تک نہ ٹوٹ سکے گی۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی آنے والا نہیں ہے کہ جو کسر آپ سے چھوٹ جائے اسے وہ آ کر پورا کر دے۔

اس کے بعد مزید زور دیتے ہوئے فرمایا کہ "اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے" یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ اس وقت محمد ﷺ کے ہاتھوں اس رسم جاہلیّت کو ختم کرا دینا کیوں ضروری تھا اور ایسا نہ کرنے میں کیا قباحت تھی۔ وہ جانتا ہے کہ اب اس کی طرف سے کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ لہذا اگر اپنے آخری نبی کے ذریعہ سے اس نے اس رسم کا خاتمہ اب نہ کرا دیا تو پھر کوئی دوسری ہستی دنیا میں ایسی نہ ہو گی جس کے توڑنے سے یہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں ہمیشہ کے لئے ٹوٹ جائے۔ بعد کے مصلحین اگر اسے توڑیں گے بھی تو ان میں کسی کا فعل بھی اپنے پیچھے ایسا دائمی اور عالمگیر اقتدار نہ رکھے گا کہ ہر ملک اور ہر زمانے میں لوگ اس کا اتباع کرنے لگیں، اور ان میں سے کسی کی شخصیّت بھی اپنے اندر

اس تقدس کی حامل نہ ہو گی کہ کسی فعل کا محض اس کی سنّت ہونا ہی لوگوں کے دلوں سے کراہت کے ہر تصوّر کا قلع قمع کر دے۔

افسوس ہے کہ موجودہ زمانے میں ایک گروہ نے اس آیت کی غلط تاویلات کر کے ایک بہت بڑے فتنے کا دروازہ کھول دیا ہے اس لئے ختم نبوّت کے مسئلے کی پوری توضیح اور اس گروہ کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کی تردید کے لئے ہم پوری وضاحت سے مسئلہ ختم نبوّت بیان کرتے ہیں(۱۳)۔

خاتم کے معانی کے بارے میں مغالطے

نبوت کے بعض جھوٹے دعوے دار خاتم کا معنی مہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ خاتم النبیین ہیں مگر آخری نبی یا نبیوں کے ختم کرنے والے نہیں بلکہ مہر لگانے والے ہیں۔ جس پر مہر لگا دیں گے وہ نبی بن جائے گا۔

اگرچہ اہل علم اور اہل لغت خوب جانتے ہیں کہ ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے تاہم قرآن و سنت لغت اور اجماع امت نے خاتم کا جو مفہوم و معانی متعیّن کئے ہیں وہ بھی پیش خدمت ہیں۔

ایک گروہ جس نے اس دور میں نئی نبوّت کا فتنہ عظیم کھڑا کیا ہے، آیت

"ما کان محمدا ابا احد من رّجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین"

کے لفظ خاتم النبیین کے معنی نبیوں کی مہر کرتا ہے، اور اس کا مطلب یہ لیتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو انبیاء بھی آئیں گے وہ آپ ﷺ کی مہر لگنے سے نبی بنیں گے، یا بالفاظ دیگر جب تک کسی کی نبوّت پر آپ ﷺ کی مہر نہ لگے وہ نبی نہ ہو

سکے گا۔

لیکن جس سلسلہ بیان میں یہ آیت وارد ہوئی ہے اس کے اندر رکھ کر اسے دیکھا جائے تو اس لفظ کا یہ مفہوم لینے کی قطعاً کوئی گنجائش نظر نہیں آتی، بلکہ اگر یہی اس کے معنی ہوں تو یہاں یہ لفظ بے محل ہی نہیں مقصود کلام کے بھی خلاف ہو جاتا ہے۔ آخر اس بات کی کیا تک ہے کہ اوپر سے تو نکاح زینبؓ پر معترضین کے اعتراضات اور ان کے پیدا کئے ہوئے شکوک و شبہات کا جواب دیا جا رہا ہو اور یکایک یہ بات کہہ ڈالی جائے کہ محمد نبیوں کی مہر ہیں۔ آئندہ جو نبی بھی بنے گا، ان کی مہر لگ کر بنے گا۔ اس سیاق و سباق میں یہ بات نہ صرف یہ کہ بالکل بے تکی ہے، بلکہ اس سے وہ استدلال الٹا کمزور ہو جاتا ہے جو اوپر سے معترضین کے جواب میں چلا آ رہا ہے۔ اس صورت میں تو معترضین کے لئے یہ کہنے کا اچھا موقع تھا کہ آپ یہ کام اس وقت نہ کرتے تو کوئی خطرہ نہ تھا۔ اس رسم کو مٹانے کی ایسی ہی کچھ شدید ضرورت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی مہر لگ کر جو انبیاء آتے رہیں گے ان میں سے کوئی اسے مٹا دے گا۔

ایک دوسری تاویل اس گروہ نے یہ بھی کی ہے کہ "خاتم النبیین" کے معنی افضل النبیین کے ہیں، یعنی نبوّت کا دروازہ تو کھلا ہوا ہے، البتہ کمالات نبوّت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ مفہوم لینے میں بھی وہی قباحت ہے جو اوپر ہم نے بیان کی ہے۔ سیاق و سباق سے یہ مفہوم بھی کوئی مناسبت نہیں رکھتا، بلکہ اُلٹا اس کے خلاف پڑتا ہے۔ کفّار و منافقین کہہ سکتے تھے کہ حضرت، کم تر درجے کے ہی سہی، بہرحال آپ کے بعد بھی نبی آتے رہیں گے۔ پھر کیا ضرور تھا کہ اس رسم کو بھی آپ ہی مٹا کر تشریف لے جاتے۔

خاتم النبیین کے لغوی معنی

پس جہاں تک سیاق و سباق کا تعلق ہے وہ قطعی طور پر اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ یہاں خاتم النبیین کے معنی سلسلہ نبوّت کو ختم کر دینے والے ہی کے لئے جائیں اور یہ سمجھا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے لیکن یہ صرف سیاق ہی کا تقاضا نہیں ہے۔ لغت بھی اسی معنی کی مقتضی ہے۔

عربی لغت اور محاورے کے رُو سے "ختم" کے معنی مہر لگانے، بند کرنے، آخر تک پہنچ جانے، اور کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانے کے ہیں۔

"ختم العمل" کے معنی ہیں "فرغ من العمل" کام سے فارغ ہو گیا۔

ختم الاناء کے معنی ہیں " برتن کا منہ بند کر دیا اور اس پر مہر لگا دی تاکہ نہ کوئی چیز اس میں سے نکلے اور نہ کچھ اس کے اندر داخل ہو"

ختم الکتاب کے معنی ہیں "خط بند کر کے اس پر مہر لگا دی تاکہ خط محفوظ ہو جائے"

ختم علی القلب "دل پر مہر لگا دی کہ نہ کوئی بات اس کی سمجھ میں آئے، نہ پہلے سے جمی ہوئی کوئی بات اس میں سے نکل سکے"۔

خِتَام کل مشروب "وہ مزا جو کسی چیز کو پینے کے بعد آخر میں محسوس ہوتا ہے"

خاتمہ کل شئ، عاقبتہ و آخرتہ، "ہر چیز کے خاتمہ سے مراد ہے اس کی عاقبت اور آخرت"۔

ختم الشئ، بلغ آخرہ، "کسی چیز کو ختم کرنے کا مطلب ہے اس کے

آخر تک پہنچ جانا" اسی معنی میں ختم قرآن بولتے ہیں اور اسی معنی میں سورتوں کی آخری ایات کو خواتیم کہا جاتا ہے۔

خاتم القوم، اخرھم "خاتم القوم سے مراد ہے قبیلے کا آخری آدمی" (۱۴)

ختم نبوت حدیث کی رُو سے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت کے ساتھ اور کئی مثالیں دے کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بتلایا کہ میں آخری رسول ہوں اور تم آخری امت ہو۔ ہم یہاں چند حدیثیں پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی رسول اور نبی نہیں آئے گا اور نہ ہی کسی نبی یا رسول کے آنے کی ضرورت ہے۔

حدیث ۱: حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم

يزعم انه نبی اللّٰه وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی"(۱۵).

(اور بے شک میری امت میں تیس (کے قریب) بڑے بڑے جھوٹے ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد اور کوئی نبی نہیں)۔

حدیث ۲: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

"انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر وانا اوّل شافع ومشفع ولا فخر: (۱٦)

(میں رسولوں کا قائد ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں اور میں پہلا وہ شخص ہوں جو شفاعت کرے گا اور اس کی شفاعت قبول ہو گی اور اس پر فخر نہیں)

حدیث ۳: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا کہ میری اور دیگر انبیاء کرام کی مثال ایک محل کی سی ہے۔ جو بہت ہی عمدہ طریقہ سے بنایا گیا ہو۔ لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو۔ گھومنے والے اس کے ارد گرد گھومتے ہیں اور اس کی بناوٹ پر تعجب اور حیرت کرتے ہیں۔ مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی دیکھ کر حیران ہوتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

"فانا اللبنه وانا خاتم النبیین"(۱۷)

(میں وہ (آخری) اینٹ ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں)

اور حضرت جابرؓ (متوفی ۷۴ھ) کی ایک حدیث میں یوں آیا ہے کہ

"قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالی فانا موضع اللبنه جئت فختمت الانبیاء"(۱۸)

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (قصر نبوت کی) وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں نے (یعنی میری آمد نے) نبیوں کا خاتمہ کردیا ہے)

ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے کہ:

"فانا موضع اللبنه ختم بی الانبیاء"(۱۹)

(اس اینٹ کی جگہ میں فٹ ہو گیا ہوں اور انبیاء کی آمد مجھ پر ختم اور منقطع ہو گئی ہے)۔

ان صحیح احادیث سے معلوم ہوا۔ کہ آنحضرت ﷺ کی آمد سے قصر نبوت مکمل ہو گیا ہے خالی اینٹ کی جگہ پُر ہو گئی ہے اور سلسلہ نبوت ورسالت ہر طرح سے بالکل ختم ہو چکا ہے۔

حدیث ۴: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر چھ چیزوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے:

۱ - مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں اور

۲ - رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے

۳ - میرے لئے غنیمتوں کا مال حلال کیا گیا ہے

۴ - میرے لئے زمین کو مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنایا گیا ہے

۵ - مجھے تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

۶ - اور مجھ پر نبیوں کو ختم کر دیا گیا ہے (۲۰)"

اور ان کی ایک اور روایت میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست حضرات انبیاء کرام کیا کرتے تھے جب

ایک نبی دنیا سے رخصت ہو جاتا تو اس کے بعد اور آ جاتا۔

"وانه لا نبی بعدی وستکون خلفاء"(۲۱)

(اور میرے بعد نبی نہیں اور خلفاء ہوں گے)

اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت ورسالت ختم ہو گئی ہے۔

حدیث ۵: حضرت انسؓ سے روایت ہے:

"قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم ان الرساله والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی(۲۲)

(آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بے شک رسالت اور نبوت ختم اور منقطع ہو چکی سو میرے بعد نہ تو کوئی رسول ہو گا اور نہ کوئی نبی)۔

حدیث ۶: حضرت عرباضؓ بن ساریہ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"وانّی عند اللّٰه مکتوب خاتم النّبیین وان آدم لمنجدل فی طینته"(۲۳)

(بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک (تقدیر میں) خاتم النبیین لکھا گیا تھا۔ جب کہ حضرت آدم علیہ السلام گوندھی ہوئی مٹی کی صورت میں تھے)۔

اور دوسرے مقام پر الفاظ یہ بھی ہیں:

"انّی عبداللّٰہ وخاتم النبیین وابی منجدل فی طینہ"(۲۴)

(بے شک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور خاتم النبیین ہوں (اس وقت سے) جب کہ میرے باپ حضرت (آدم علیہ السلام) اپنے گوندھے ہوئے گارے میں تھے)۔

حدیث ۷:

"ان لی اسماء انا محمّد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللّٰہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب والعاقب الّذی لیس بعدہ نبی:(۲۵)

فرمایا: (میرے کئی نام ہیں میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں، احمد ہوں، میں حاشر ہوں، جس کے قدموں پر لوگ جمع کئے جائیں گے، عاقب ہوں اور عاقب سے مراد یہ ہے کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا)۔

حدیث ۸- "قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لو

كان بعدى نبى لكان عمر بن الخطاب(٢٦)
(اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطابؓ ہوتا)

حديث ٩- "كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبى خلفه نبى وانّه لا نبىّ بعدى وسيكون خلفا فيكثرون"(٢٧)

(بنی اسرائیل کی عنان سیاست انبیاء کے ہاتھوں میں رہی جب ایک نبی فوت ہوتا۔ اس کا جانشین نبی ہی ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔ عنقریب خلفاء کا سلسلہ شروع ہو گا پس بکثرت ہوں گے)۔

حدیث ۱۰: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رجب سنہ ۹ھ میں مجاہدین اسلام کو لے کر غزوہ تبوک کے سفر پر روانہ ہونے لگے تو حضرت علیؓ کو اہل خانہ کی حفاظت و نگرانی کے لئے مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خلیفہ بنایا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور پر جاتے ہوئے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنایا تھا۔ حضرت علیؓ رومیوں کے خلاف لڑنے کے بڑے مشتاق تھے۔ دل میں کچھ غمگین ہوئے اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑتے ہیں؟

اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"الا ترضی ان تکون منّی بمنزله هارون من موسی الاّ انه لیس بعدی نبی"(۲۸)

(اس روایت میں بھی اس کی تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی اور نہ کوئی نبی آسکتا ہے)۔

حدیث ۱۱- "عن انس رضی اللّه تعالی عنه قال قال رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم بعثت انا والسّاعه کهاتین"(۲۹)

(حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کو ملا کر فرمایا کہ میں اور قیامت دونوں اس طرح ملے ہوئے بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں)

باتفاق علمائے حدیث اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اور قیامت کے درمیان کوئی جدید نبی پیدا نہ ہو گا اور قیامت آپ ﷺ کے ساتھ ملی ہوئی آنے سے یہی مراد ہو سکتی ہے ورنہ حدیث کا خلاف واقعہ ہونا لازم آتا ہے۔

حدیث ۱۲- "ولو کان موسی حیاّ ماوسعه الاّ

اتباعی"

(اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو وہ بھی میری پیروی اور اتباع کرتے)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" لو اتاکم یوسف فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم"(۳۰)

(اگر یوسف علیہ السلام بھی آ جائیں اور تم ان کی اتباع کرو اور میری پیروی چھوڑ دو تو البتہ ضرور گمراہ ہو جاؤ گے)

مطلب صاف ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام جیسا کوئی نبی آئے تو بھی اس کی تابعداری گمراہی کا باعث ہے۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں اور نہ کوئی نبی ہو سکتا ہے۔

حدیث ۱۳ : آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجتہ الوداع میں قریباً ایک لاکھ ۴۴ ہزار نفوس قدسیہ کے سامنے فرمایا:

"یایها الناس انه لا نبی بعدی ولا امّة بعدکم ... بعد میں فرمایا وانتم تسئالون عنّی"(۳۱)

(اے لوگو خبردار سنو اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا

کیونکہ میں آخری نبی ہوں اور تمہارے بعد کوئی امت نہ ہو گی کیونکہ تم آخری امت ہو اور تم کو قیامت کے دن میری نسبت ہی سوال ہو گا کسی اور کی نسبت نہیں پوچھا جائیگا)

گویا آپ ﷺ نے آخری وصیت بھی فرما دی کہ میرے بعد کسی کو نبی نہ بنانا جو بنائے وہ آپ ﷺ کی آخری وصیت کا بھی منکر ہے۔

حدیث ۱۴-"عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یا ابا ذرٍ اوّل الرسل آدم واخرھم محمّد"(۳۲)

(حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ سب انبیاء میں پہلے آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخر محمد ﷺ ہیں)
روایت کیا اس حدیث کو ابن حبّان نے اپنی صحیح میں نیز اپنی تاریخ میں سنہ ۱۰ ھ کے احوال کے تحت اور ابو نعیم نے حلیہ میں اور ابن عساکر و حکیم ترمذی وغیرہ نے بھی اس طرح روایت کیا۔

حدیث ۱۵- "عن ابی موسی الاشعری قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یسمّی لنا

نفسه اسماء فقال: انا محمّد واحمد والمقفی"(۳۳).

(حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنے اسمائے شریفہ ہم سے بیان فرمایا کرتے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں محمد ہوں اور احمد اور مقفیٰ بھی ہوں۔ (مقفّی کے معنی آخری))

حدیث ۱۶: آپ ﷺ نے فرمایا:

"انی آخر الانبیاء ومسجدی آخر المساجد"(۳۴)

(کہ میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے)

دوسری روایت میں تفصیل ہے:

"انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم مساجد الانبیاء"(۳۵)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد مساجد انبیاء کی خاتم ہیں)۔

حاصل یہ ہے کہ نہ آپ کے بعد کوئی نبی ہوگا اور نہ کسی نبی کی مسجد بنے گی جس کو مسجد نبوی کہا جائے۔

حدیث ۱۷- "عن ضحّاک بن نوفل قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا نبی بعدی ولا امّۃ بعد امّتی(۳۶)

(حضرت ضحاکؓ بن نوفل فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور میری امت کے بعد کوئی امت نہیں ہوگی)۔ ایک روایت میں "ولا امہ بعدکم" کے الفاظ ہیں۔

حدیث ۱۸- "عن ابی ھریرہ مرفوعاً انّہ لیس یبقی بعدی من النبوّۃ الاّ الرّؤیاً الصّالحہ"(۳۷)

(حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد سوائے رویائے صالحہ کے نبوت میں سے کوئی جزو باقی نہیں رہے گا)۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبوت کی کوئی قسم تشریعی یا غیر تشریعی یا ظلی یا بروزی وغیرہ آنحضرت ﷺ کے بعد باقی نہیں رہ سکتی۔

حدیث ۱۹- "عن ابی امامہ الباھلیؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی حدیث طویل انا آخر

الانبیاء وانتم آخر الامم" (۳۸)

(حضرت ابو امامہ باہلیؓ نے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں آخر الانبیاء ہوں اور تم سب سے آخری امت ہو)

ختم نبوت پر صحابہ کرامؓ کا اجماع

قرآن و سنّت کے بعد تیسرے درجے میں اہم ترین حیثیت صحابہ کرام کے اجماع کی ہے۔ یہ بات تمام معتبر تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے فوراً بعد جن لوگوں نے نبوّت کا دعویٰ کیا، اور جن لوگوں نے ان کی نبوّت تسلیم کی، ان سب کے خلاف صحابہ کرام نے بالاتفاق جنگ کی تھی۔

اس سلسلے میں خصوصیّت کے ساتھ مُسیلمہ کذّاب کا معاملہ قابل ذکر ہے۔ یہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا منکر نہ تھا بلکہ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ اسے حضور ﷺ کے ساتھ شریک بنایا گیا ہے۔ اس نے حضور ﷺ کی وفات سے پہلے جو عریضہ آپ ﷺ

کو لکھا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:

"من مُسَیلمہ رسول اللہ الی محمدٍ رسُول اللہ سلام علیک فانی اشرکت فی الامر معک" (۳۹)

(مسلیمہ رسول اللہ کی طرف سے محمدِ رسول اللہ کی طرف آپ پر سلام ہو۔ آپ کو معلوم ہو کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نبوّت میں شریک کیا گیا ہوں)۔

علاوہ ازیں مؤرّخ طبری نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ مسیلمہ کے ہاں جو اذان دی جاتی تھی اس میں اشھد ان محمداً رسول اللہ کے الفاظ بھی کہے جاتے تھے۔ اس صریح اقرار رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باوجود اسے کافر اور خارج ازملّت قرار دیا گیا اور اس سے جنگ کی گئی۔ تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ بنو حنیفہ نیک نیتی کے ساتھ IN GOOD FAITH اس پر ایمان لائے تھے اور انہیں واقعی اس غلط فہمی میں ڈالا گیا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود شریک رسالت کیا ہے۔ نیز قرآن کی آیات کو ان کے سامنے مسیلمہ پر نازل شدہ آیات کی حیثیت سے ایک ایسے

شخص نے پیش کیا تھا جو مدینہ طیبہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کر کے گیا تھا (۴۰)۔

اس کے باوجود صحابہ کرام نے ان کو مسلمان تسلیم نہیں کیا اور ان پر فوج کشی کی یہ کہنا بھی غلط ہے کہ صحابہؓ نے ان کے خلاف ارتداد کی بنا پر نہیں بلکہ بغاوت کے جرم میں جنگ کی تھی۔ اسلامی قانون کی رُو سے باغی مسلمانوں کے خلاف اگر جنگ کی نوبت آئے تو ان کے اسیران جنگ غلام نہیں بنائے جا سکتے۔ بلکہ مسلمان تو درکنار ذمّی بھی اگر باغی ہوں تو گرفتار ہونے کے بعد ان کو غلام بنانا جائز نہیں ہے۔ لیکن مسیلمہ اور اس کے پیروؤں پر جب چڑھائی کی گئی تو حضرت ابو بکرؓ نے اعلان فرمایا کہ ان کی عورتوں اور بچّوں کو غلام بنایا جائے گا۔ اور جب وہ لوگ اسیر ہوئے تو فی الواقع ان کو غلام بنایا گیا، چنانچہ انہی میں سے ایک لونڈی حضرت علیؓ کے حصّے میں آئی جس کے بطن سے تاریخ اسلام کی مشہور شخصیّت محمد بن حنفیہ نے جنم لیا (۴۱)۔

اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہؓ نے جس جُرم کی بنا پر ان سے جنگ کی تھی وہ بغاوت کا جُرم نہ تھا بلکہ یہ جُرم

تھا کہ ایک شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دعویٰ کیا اور دوسرے لوگ اس کی نبوّت پر ایمان لائے۔ یہ کاروائی حضور ﷺ کی وفات کے فوراً بعد حضرت ابو بکرؓ کی قیادت میں ہوئی ہے، اور صحابہ کرامؓ کی پوری جماعت کے اتفاق سے ہوئی ہے۔ اجماع صحابہ کی اس سے زیادہ صریح مثال شاید ہی کوئی اور ہو۔

ختم نبوت پر علمائے امت کا اجماع

اجماع صحابہؓ کے بعد چوتھے نمبر پر مسائل دین میں جس چیز کو اہمیت حاصل ہے وہ دور صحابہؓ کے بعد کے علمائے اُمّت کا اجماع ہے۔ اس لحاظ سے جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی سے لے کر آج تک ہر زمانے کے، اور پُوری دنیائے اسلام میں ہر ملک کے علماء اس عقیدے پر متفق ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا، اور یہ کہ جو بھی آپ ﷺ کے بعد اس منصب کا دعویٰ کرے، یا اس کو مانے، وہ کافر خارج از ملّت اسلام ہے۔ اسی سلسلہ کے بھی چند شواہد ملاحظہ ہوں:

۱- امام ابو حنیفہ (۸۰ھ-۱۵۰ھ) کے زمانے میں ایک شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا اور کہا "مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوّت کی علامات پیش کروں" اس پر امام اعظم نے فرمایا کہ "جو شخص اس سے نبوّت کی کوئی علامت طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ "لا نبی بعدی" (۴۲)

۲- علاّمہ ابن جریر طبری (۲۲۴ھ-۳۱۰ھ) اپنی مشہور تفسیر قرآن میں آیت "لکن رسُول اللہ وخاتم النبیین" کا مطلب بیان کرتے ہیں:

"الذی ختم النبوۃ فطبع علیها فلا تفتح لاحد بعدہ الی قیام الساعه"

(جس نے نبوّت کو ختم کر دیا اور اس پر مہر لگا دی، اب قیامت تک یہ دروازہ کسی کے لئے نہیں کھلے گا)(۴۳)۔

۳- امام طحاوی (۲۳۹ھ-۳۲۱ھ) اپنی کتاب "العقیدہ السلفیہ" میں سلف صالحین، اور خصوصاً امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمھم اللہ کے عقائد بیان کرتے ہوئے نبوّت کے بارے میں

یہ عقیدہ تحریر فرماتے ہیں: "اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برگزیدہ بندے، چیدہ نبی اور پسندیدہ رسُول ہیں اور وہ خاتم الانبیاء، سیّد المرسلین اور حبیب ربّ العالمین ہیں، اور ان کے بعد نبوّت کا ہر دعوٰی گمراہی اور خواہش نفس کی بندگی ہے" (۴۴)۔

۴- علاّمہ ابن حزم اندلُسی (۳۸۴ھ-۴۵۶ھ) لکھتے ہیں: "یقیناً وحی کا سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد منقطع ہو چکا ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ وحی نہیں ہوتی مگر ایک نبی کی طرف، اور اللہ عزّ وجلّ فرما چکا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہیں تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، مگر وہ اللہ کے رسُول اور نبیوں کے خاتم ہیں" (۴۵)۔

۵- مُحی السُنّہ بغوی (متوفی سنہ ۵۱۰ھ) اپنی تفسیر معالم التنزیل میں لکھتے ہیں: "اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے نبوّت کو ختم کیا، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کے خاتم ہیں ----- اور ابن عبّاس کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) یہ فیصلہ دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا" (۴۶)۔

۶- علاّمہ زَمخشری (۴۶۷ھ-۵۳۸ھ) تفسیر کشّاف میں لکھتے

ہیں: "اگر میں کہوں گا کہ آپ ﷺ کا آخری نبی ہونا اس معنی میں ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا، اور عیسیٰ علیہ السلام اُن لوگوں میں سے ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے، اور جب وہ نازل ہونگے تو شریعت محمدیہ کے پیرو اور آپ ﷺ کے قبلے کی طرف نماز پڑھنے والے کی حیثیت سے نازل ہونگے، گویا کہ وہ آپ ہی کی اُمّت کے ایک فرد ہیں" (۴۷)۔

۷- علاّمہ شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) اپنی مشہور کتاب الملل والنّحل میں لکھتے ہیں: "اور اسی طرح جو کہے ---- کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا ہے (بجز عیسیٰ علیہ السلام کے) تو اس کے کافر ہونے میں دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہیں ہے" (۴۸)۔

۸- امام رازی (۵۴۳ھ-۶۰۶ھ) اپنی تفسیر کبیر میں آیت خاتم النبیین کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اس سلسلہ بیان میں "وخاتم النبیین" اس لئے فرمایا کہ جس نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی ہو وہ اگر نصیحت اور توضیح احکام میں کوئی کسر چھوڑ جائے تو

اس کے بعد آنے والا نبی اسے پُورا کر سکتا ہے۔ مگر جس کے بعد کوئی آنے والا نبی نہ ہو وہ اپنی اُمّت پر زیادہ شفیق ہوتا ہے اور اس کو زیادہ واضح رہنمائی دیتا ہے کیونکہ اس کی مثال اُس باپ کی ہوتی ہے جو جانتا ہے کہ اس کے بیٹے کا کوئی ولی و سرپرست اس کے بعد نہیں ہے" (۴۹)۔

۹ - علاّمہ بیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) اپنی تفسیر "انوار التنزیل" میں لکھتے ہیں: آپ ﷺ انبیاء میں سب سے آخری نبی ہیں جس نے ان کا سلسلہ ختم کر دیا، یا جس سے انبیاء کے سلسلے پر مُہر کر دی گئی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا آپ ﷺ کے بعد نازل ہونا اس ختم نبوّت میں قادح نہیں ہے کیونکہ جب وہ نازل ہوں گے تو آپ ﷺ ہی کے دین پر ہوں گے" (۵۰)۔

۱۰ - علاّمہ علاؤ الدین بغدادی (متوفی ۷۲۵ھ) اپنی تفسیر "خازن" میں لکھتے ہیں: "وخاتم النبیین" یعنی اللہ نے آپ ﷺ پر نبوّت ختم کر دی، اب نہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبوّت ہے نہ آپ ﷺ کے بعد کوئی اس میں شریک ------ وکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیماً، یعنی یہ بات اللہ کے علم میں ہے کہ آپ ﷺ کے بعد

کوئی نبی نہیں" (۵۱)۔

۱۱ - علامہ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) اپنی مشہور و معروف تفسیر میں لکھتے ہیں: "یہ آیت اس باب میں نص صریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی کوئی نہیں تو رسول بدرجہ اُولی نہیں ہے، کیوں کہ رسالت کا منصب خاص ہے اور نبوت کا منصب عام، ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسُول نہیں ہوتا----- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو شخص بھی اس مقام کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، مفتری، دجّال، گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے خواہ وہ کیسے ہی خرق عادت اور شعبدے اور جادو اور طلسم اور کرشمے بنا کر لے آئے----- یہی حیثیت ہر اس شخص کی ہے جو قیامت تک اس منصب کا مدعی ہو" (۵۲)۔

۱۲ - علامہ جلالُ الدین سُیُوطی (متوفی ۹۱۱ھ) تفسیر جلالین میں لکھتے ہیں: "وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیءٍ عَلِیماً یعنی اللہ اس بات کو جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے مطابق عمل کریں گے" (۵۳)۔

۱۳ - علاّمہ ابن نُجیم (متوفی ۹۷۰ھ) اُصُول فقہ کی مشہور کتاب الاشباہ والنظائر، کتاب السّیر، باب الرّدّہ میں لکھتے ہیں: "اگر آدمی یہ نہ سمجھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے، کیونکہ یہ اُن باتوں میں سے ہے جن کا جاننا اور ماننا ضروریات دین میں سے ہے" (۵۴)۔

۱۴ - ملاّ علی قاری (متوفّی ۱۰۱۶ھ) شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں: "ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے" (۵۵)۔

۱۵ - شیخ اسماعیل حقی (متوفی ۱۱۳۷ھ) تفسیر رُوح البیان میں اس آیت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "عاصم نے لفظ خاتم ت کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے جس کے معنی ہیں آلہ ختم کے جس سے مہر کی جاتی ہے جیسے طابع اس چیز کو کہتے ہیں جس سے ٹھپّا لگایا جائے۔ مُراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء میں سب سے آخر تھے جن کے ذریعہ سے نبیوں کے سلسلے پر مُہر لگا دی گئی۔ فارسی میں اسے "مہر پیغمبران" کہیں گے، یعنی آپ ﷺ سے نبوّت کا دروازہ سر بمہر کر دیا گیا اور پیغمبروں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ باقی

قاریوں نے اسے ت کے زیر کے ساتھ خاتم پڑھا ہے، یعنی آپ ﷺ مُہر کرنے والے تھے۔ فارسی میں اسے "مُہر کنندہ پیغمبراں" کہیں گے۔ اس طرح یہ لفظ بھی خاتم کا ہم معنی ہی ہے۔۔۔۔۔ اب آپ کی اُمّت کے علماء آپ ﷺ سے صرف ولایت ہی کی میراث پائیں گے، نبوّت کی میراث آپ ﷺ کی ختمیّت کے باعث ختم ہو چکی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا آپ ﷺ کے بعد نازل ہونا آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے میں قادح نہیں ہے کیونکہ خاتم النبیین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ بنایا جائے گا۔۔۔۔۔ اور عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے۔ اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ نہ اُن کی طرف وحی آئے گی اور نہ وہ نئے احکام دیں گے بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے۔۔۔۔۔ اور اہل سنّت والجماعت اس بات کے قائل ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا "وَلٰکِن رَّسُولَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا لا نبی

بعدی۔ اب جو کوئی کہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی ہے تو اس کو کافر قرار دیا جائے گا، کیونکہ اس نے نص کا انکار کیا۔ اور اسی طرح اس شخص کی بھی تکفیر کی جائے گی جو اس میں شک کرے، کیونکہ حجّت نے حق کو باطل سے ممیّز کر دیا ہے۔ اور جو شخص محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعوٰی کرے اس کا دعوٰی باطل کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا" (۵۶)۔

۱۶ - فتاویٰ عالمگیری۔ جسے بارھویں صدی ہجری میں اورنگ زیب عالمگیر کے حکم سے ہندوستان کے بہت سے اکابر علماء نے مرتب کیا تھا۔ میں لکھا ہے: "اگر آدمی یہ نہ سمجھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلم نہیں ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا میں پیغمبر ہوں تو اس کی تکفیر کی جائے گی" (۵۷)۔

۱۷ - علامہ شوکانی (متوفی ۱۲۵۵ھ) اپنی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں: "جمہور نے لفظ خاتِم کو ت کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور عاصم نے زبر کے ساتھ پہلی قراءت کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے انبیاء کو ختم کیا، یعنی سب کے آخر میں آئے۔ اور دوسری قراءت کے معنی یہ ہیں کہ آپ ان کے لئے مہر کی طرح ہو گئے

جس کے ذریعہ سے ان کا سلسلہ سر بہر ہو گیا اور جس کے شمول سے ان کا گروہ مزیّن ہوا(۵۸)۔

مولانا مودودی مزید فرماتے ہیں: یہ ہندوستان سے لے کر مراکش اور اندلُس تک، اور تُرکی سے لے کر یمن تک ہر مسلمان ملک کے اکابر علماء و فقہاء اور محدّثین و مفسّرین کی تصریحات ہیں۔ ہم نے ان کے ناموں کے ساتھ ان کے سنین ولادت و وفات بھی دے دیئے ہیں جن سے ہر شخص بیک نظر معلوم کر سکتا ہے کہ پہلی صدی سے تیرھویں صدی تک تاریخ اسلام کی ہر صدی کے اکابر اُن میں شامل ہیں اگرچہ ہم چودھویں صدی کے علمائے اسلام کی تصریحات بھی نقل کر سکتے تھے، مگر ہم نے قصداً انہیں اس لئے چھوڑ دیا کہ اُن کی تفسیر کے جواب میں ایک شخص یہ حیلہ کر سکتا ہے کہ ان لوگوں نے اس دور کے مدّعی نبوّت کی ضد میں ختم نبوّت کے یہ معنی بیان کئے ہیں۔ اس لئے ہم نے پہلے علماء کی تحریریں نقل کی ہیں جو ظاہر ہے کہ آج کے کسی شخص سے کوئی ضد نہ رکھ سکتے تھے۔ ان تحریروں سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ پہلی صدی سے آج تک پوری دنیائے اسلام متفقہ طور پر "خاتم النبیین"

کے معنی آخری نبی ہی سمجھتی رہی ہے، حضور ﷺ کے بعد نبوّت کے دروازے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند تسلیم کرنا ہر زمانے میں تمام مسلمانوں کا متفق علیہ عقیدہ رہا ہے، اور اس امر میں مسلمانوں کے درمیان کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا کہ جو شخص محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے بعد رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور جو اُس کے دعوے کو مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

اب یہ دیکھنا ہر صاحب عقل آدمی کا اپنا کام ہے کہ لفظ خاتم النبیین کا جو مفہوم لغت سے ثابت ہے، جو قرآن کی عبارت کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے، جس کی تصریح نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے خود فرما دی ہے، جس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے، اور جسے صحابہ کرامؓ کے زمانے سے لے کر آج تک تمام دنیا کے مسلمان بلا اختلاف مانتے رہے ہیں، اس کے خلاف کوئی دوسرا مفہوم لینے اور کسی نئے مدّعی کے لئے نبوّت کا دروازہ کھولنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے، اور ایسے لوگوں کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے جنہوں نے باب نبوّت کے مفتوح ہونے کا محض خیال ہی ظاہر نہیں کیا ہے بلکہ اس دروازے سے ایک صاحب حریم نبوت میں داخل ہو گئے

ہیں اور یہ لوگ ان کی نبوّت پر ایمان بھی لے آئے ہیں (۵۹)۔

ختم نبوّت کے عقلی دلائل

پہلی بات یہ ہے کہ نبوّت کا معاملہ ایک بڑا ہی نازک معاملہ ہے۔ قرآن مجید کی رُو سے یہ اسلام کے اُن بنیادی عقائد میں سے ہے جن کے ماننے یا نہ ماننے پر آدمی کے کفر و ایمان کا انحصار ہے۔ ایک شخص نبی ہو اور آدمی اس کو نہ مانے تو کافر، اور وہ نبی نہ ہو اور آدمی اس کو مان لے تو کافر۔ ایسے ایک نازک معاملے میں تو اللہ تعالیٰ سے کسی بے احتیاطی کی بدرجہ اولیٰ توقع نہیں کی جا سکتی۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ خود قرآن میں صاف صاف اُس کی تصریح فرماتا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اُس کا کُھلا کُھلا اعلان کراتا اور حضور ﷺ دنیا سے کبھی تشریف نہ لے جاتے جب تک اپنی اُمّت کو اچھی طرح خبردار نہ کر دیتے کہ میرے بعد بھی انبیاء آئیں گے اور تمہیں اُن کو ماننا ہو گا۔ آخر اللہ اور اس کے رسُول کو ہمارے دین و ایمان سے کیا دشمنی تھی کہ حضور ﷺ کے بعد نبوّت کا دروازہ تو کُھلا ہوتا اور

کوئی نبی آنے والا بھی ہوتا جس پر ایمان لائے بغیر ہم مسلمان نہ ہو سکتے، مگر ہم کو نہ صرف یہ کہ اس سے بے خبر رکھا جاتا، بلکہ اس کے برعکس اللہ اور اس کا رسول، دونوں ایسی باتیں فرما دیتے جن سے تیرہ سو برس تک ساری اُمّت یہی سمجھتی رہی اور آج بھی سمجھ رہی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

اب اگر بفرض محال نبوّت کا دروازہ واقعی کھلا بھی ہو اور کوئی نبی آ بھی جائے تو ہم بے خوف و خطر اس کا انکار کر دیں گے۔ خطرہ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بازپُرس ہی کا تو ہو سکتا ہے۔ وہ قیامت کے روز ہم سے پوچھے گا تو ہم سارا ریکارڈ برسرعدالت لا کر رکھ دیں گے جس سے ثابت ہو جائے گا کہ معاذ اللہ اس کفر کے خطرے میں تو اللہ کی کتاب اور اس رسُول کی سُنّت ہی نے ہمیں ڈالا تھا۔ ہمیں قطعاً کوئی اندیشہ نہیں ہے کہ اس ریکارڈ کو دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ ہمیں کسی نئے نبی پر ایمان نہ لانے کی سزا دے ڈالے گا لیکن اگر نبوّت کا دروازہ فی الواقع بند ہے اور کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، اور اس کے باوجود کوئی شخص کسی مدّعی کی نبوت پر ایمان لاتا ہے تو اسے سوچ لینا چاہیئے کہ اس کفر کی پاداش سے بچنے

کے لئے وہ کون سا ریکارڈ خدا کی عدالت میں پیش کر سکتا ہے جس سے وہ رہائی کی توقع رکھتا ہو۔ عدالت میں پیشی ہونے سے پہلے اُسے اپنی صفائی کے مواد کا یہیں جائزہ لے لینا چاہیئے، اور ہمارے پیش کردہ مواد سے مقابلہ کر کے خود ہی دیکھ لینا چاہیئے کہ جس صفائی کے بھروسے پر وہ کام کر رہا ہے کیا ایک عقلمند آدمی اس پر اعتماد کر کے کفر کی سزا کا خطرہ مُول لے سکتا ہے۔

اب نئے نبی کی آخر ضرورت کیا ہے؟

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ نبوّت کوئی ایسی صفت نہیں ہے جو ہر اُس شخص میں پیدا ہو جایا کرے جس نے عبادت اور عملِ صلح مین ترقی کر کے اپنے آپ کو اس کا اہل بنا لیا ہو۔ نہ یہ کوئی ایسا انعام ہے جو کچھ خدمات کے صلے میں عطا کیا جاتا ہو۔ بلکہ یہ ایک منصب ہے جس پر ایک خاص ضرُورت کی خاطر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مقرر کرتا ہے۔ وہ ضرورت جب داعی ہوتی ہے تو ایک نبی اس کے لئے مامور کیا جاتا ہے، اور جب ضرورت نہیں ہوتی یا باقی نہیں رہتی تو خواہ مخواہ انبیاء پر انبیاء نہیں بھیجے جاتے۔

قرآن مجید سے جب ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبی کے تقرّر کی ضرورت کن کن حالات میں پیش آتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ صرف چار حالتیں ایسی ہیں جن میں انبیاء مبعوث ہوئے ہیں:

اوّل یہ کہ کسی خاص قوم میں نبی بھیجنے کی ضرورت اس لئے ہو کہ اس میں پہلے کبھی کوئی نبی نہ آیا تھا اور کسی دوسری قوم میں

آئے ہوئے نبی کا پیغام بھی اُس تک نہ پہنچ سکتا تھا۔

دوم یہ کہ نبی بھیجنے کی ضرورت اس وجہ سے ہو کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کی تعلیم بُھلادی گئی ہو یا اس میں تحریف ہو گئی ہو اور اس کے نقش قدم کی پیروی کرنا ممکن نہ رہا ہو۔

سوم یہ کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کے ذریعہ مکمّل تعلیم و ہدایت لوگوں کو نہ ملی ہو اور تکمیل دین کے لئے مزید انبیاء کی ضرورت ہو۔

چہارم یہ کہ ایک نبی کے ساتھ اُس کی مدد کے لئے ایک اور نبی کی حاجت ہو۔

اب یہ ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی ضرورت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں رہی ہے۔

قرآن خود کہہ رہا ہے کہ حضور ﷺ کو تمام دُنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا گیا ہے اور دُنیا کی تمدّنی تاریخ بتا رہی ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کے وقت سے مسلسل ایسے حالات موجود رہے ہیں کہ آپ ﷺ کی دعوت سب قوموں کو پہنچ سکتی تھی اور ہر وقت پہنچ سکتی ہے۔ اس کے بعد الگ الگ قوموں میں انبیاء

آنے کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی۔

قرآن اس پر بھی گواہ ہے اور اس کے ساتھ حدیث و سیرت کا پورا ذخیرہ اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ حضور ﷺ کی لائی ہوئی تعلیم بالکل اپنی صحیح صورت میں محفوظ ہے۔ اس میں مسخ و تحریف کا کوئی عمل نہیں ہوا ہے۔ جو کتاب آپ لائے تھے اس میں ایک لفظ کی بھی کمی و بیشی آج تک نہیں ہوئی، نہ قیامت تک ہو سکتی ہے۔ جو ہدایت آپ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے دی اس کے تمام آثار آج بھی اس طرح ہمیں مل جاتے ہیں کہ گویا ہم آپ ﷺ کے زمانے میں موجود ہیں۔ اس لئے دوسری ضرورت بھی ختم ہو گئی۔

پھر قرآن مجید یہ بات بھی صاف صاف کہتا ہے کہ حضور ﷺ کے ذریعہ سے دین کی تکمیل کر دی گئی۔ لہذا تکمیل دین کے لئے بھی اب کوئی نبی درکار نہیں رہا۔

اب رہ جاتی ہے چوتھی ضرورت، تو اگر اس کے لئے کوئی نبی درکار ہوتا تو وہ حضور ﷺ کے زمانے میں آپ ﷺ کے ساتھ مقرر کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ جب وہ مقرر نہیں کیا گیا تو یہ وجہ بھی ساقط

ہو گئی۔

اب ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ پانچویں وجہ کون سی ہے جس کے لئے آپ ﷺ کے بعد ایک نبی کی ضرورت ہو؟ اگر کوئی کہے کہ قوم بگڑ گئی ہے اس لئے اصلاح کی خاطر ایک نبی کی ضرورت ہے، تو ہم اس سے پوچھیں گے کہ محض اصلاح کے لئے نبی دنیا میں کب آیا ہے کہ آج صرف اس کام کے لئے وہ آئے؟ نبی تو اس لئے مقرر ہوتا ہے کہ اس پر وحی کی جائے، اور وحی کی ضرورت یا تو کوئی نیا پیغام دینے کے لئے ہوتی ہے، یا پچھلے پیغام کی تکمیل کرنے کے لئے، یا اُس کی تحریفات سے پاک کرنے کے لئے۔ قرآن اور سنّت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے محفوظ ہو جانے اور دین کے مکمّل ہو جانے کی بعد جب وحی کی سب ممکن ضرورتیں ختم ہو چکی ہیں، تو اب اصلاح کے لئے صرف مصلحین کی حاجت باقی ہے کہ نہ انبیاء کی۔

نئی نبوّت اب امّت کے لئے رحمت نہیں

تیسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ نبی جب بھی کسی قوم میں آئے گا فوراً اس میں کفر و ایمان کا سوال اُٹھ کھڑا ہو گا۔ جو اُس کو مانیں گے وہ ایک اُمّت قرار پائیں گے اور جو اُس کو نہ مانیں گے وہ لامحالہ دوسری اُمّت ہوں گے۔ ان دونوں اُمّتوں کا اختلاف محض فروعی اختلاف نہ ہو گا بلکہ ایک نبی پر ایمان لانے اور نہ لانے کا ایسا بنیادی اختلاف ہو گا جو انہیں اس وقت تک جمع نہ ہونے دے گا۔ جب تک ان میں سے کوئی اپنا عقیدہ نہ چھوڑ دے پھر ان کے لئے عملاً بھی ہدایت اور قانون کے ماخذ الگ الگ ہوں گے کیونکہ ایک گروہ اپنے تسلیم کردہ نبی کی پیش کی ہوئی وحی اور اس کی سنّت سے قانون لے گا اور دوسرا گروہ اس کے ماخذ قانون ہونے کا سرے سے منکر ہو گا۔ اس بنا پر ان کا ایک مشترک معاشرہ بن جانا کسی طرح بھی ممکن نہ ہو گا۔

ان حقائق کو اگر کوئی شخص نگاہ میں رکھے تو اُس پر یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ ختم نبوت اُمّت مسلمہ کے لئے اللّٰہ کی ایک بہت بڑی رحمت ہے جس کی بدولت ہی اس اُمّت کا ایک دائمی اور عالمگیر برادری بننا ممکن ہوا ہے۔ اس چیز نے مسلمان کو

ایسے ہر بنیادی اختلاف سے محفوظ کر دیا ہے جو ان کی اندر مستقل تفریق کا موجب ہو سکتا ہو۔ اب جو شخص بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہادی و رہبر مانے اور ان کی دی ہوئی تعلیم کے سوا کسی اور ماخذ ہدایت کی طرف رجوع کرنے کا قائل نہ ہو وہ اس برادری کا فرد ہے اور ہر وقت ہو سکتا ہے یہ وحدت اس امّت کو کبھی نصیب نہ ہو سکتی تھی اگر نبوّت کا دروازہ بند نہ ہو جاتا کیونکہ ہر نبی کے آنے پر یہ پارہ پارہ ہوتی رہتی۔

آدمی سوچے تو اس کی عقل خود یہ کہہ دے گی کہ جب تمام دنیا کے لئے ایک نبی بھیج دیا جائے، اور جب اس نبی کے ذریعہ سے دین کی تکمیل بھی کر دی جائے، اور جب اس نبی کی تعلیم کو پوری طرح محفوظ بھی کر دیا جائے، تو نبوّت کا دروازہ بند ہو جانا چاہیئے تاکہ اُس آخری نبی کی پیروی پر جمع ہو کر تمام دُنیا میں ہمیشہ کے لئے اہل ایمان کی ایک ہی اُمّت بن سکے اور بلا ضرورت نئے نئے نبیوں کی آمد سے اس امّت میں بار بار تفرقہ نہ برپا ہوتا رہے۔ نبی خواہ "ظلّی" ہو یا "بُروزی" اُمّتی ہو یا صاحب شریعت اور صاحب کتاب، بہرحال جو شخص نبی ہو گا اور خدا کی طرف سے بھیجا

ہوا ہو گا، اس کے آنے کا لازمی نتیجہ یہی ہو گا کہ اس کے ماننے والے ایک امّت بنیں اور نہ ماننے والے کافر قرار پائیں۔ یہ تفریق اس حالت میں تو ناگزیر ہے جب کہ نبی کے بھیجے جانے کی فی الواقع ضرورت ہو، مگر جب اس کے آنے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے تو خدا کی حکمت اور اس کی رحمت سے یہ بات قطعی بعید ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنے بندوں کو کفر و ایمان کی کشمکش میں مبتلا کرے اور انہیں کبھی ایک امّت نہ بننے دے۔ لہذا جو کچھ قرآن سے ثابت ہے اور جو کچھ سنّت اور اجماع سے ثابت ہے عقل بھی اس کو صحیح تسلیم کرتی ہے اور اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اب نبوّت کا دروازہ بند ہی رہنا چاہیئے (٦٠)۔

حوالہ جات

۱- السباء، ۲۸

۲- سورۃ الفرقان، آیت ۱۰

۳- الاعراف، ۵۸

۴- الانبیاء، ۱۰۷

۵- آل عمران، ۸۱

۶- المائدۃ، ۳

۷- التوبہ، ۳۳

۸- الحجرات، ۹

۹- سورۃ حم السجدۃ، ۴۱-۴۲

۱۰- الکھف، ۲۷

۱۱- البقرہ، ۵

۱۲- الاحزاب، ۴۰

۱۳- سیّد مودودی، سیرت سرور عالم، ج ۱، ص ۱۹۱-۱۹۳

۱۴ - لسان العرب، القاموس المحیط، اقرب الموارد بحوالہ ۱۲۸، سیّد مودودی، سیرت سرور عالم، ج ۱، ص ۱۹۵-۱۹۶: یہاں پر مزید فرماتے ہیں ہم نے لغت کی صرف تین کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن بات انہی تین کتابوں پر منحصر نہیں ہے۔ عربی زبان کی کوئی معتبر لغت اٹھا کر دیکھ لی جائے، اس میں لفظ خاتم کی یہی تشریح ملے گی لیکن منکرین ختم نبوّت خدا کے دین میں نقب لگانے کے لئے لغت کو چھوڑ کر اس بات کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی شخص کو خاتم الشعراء، یا خاتم الفقہاء یا خاتم المفسّرین کہنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ جس شخص کو یہ لقب دیا گیا ہے اس کے بعد کوئی شاعر یا فقیہ یا مفسّر پیدا نہیں ہوا بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس فن کے کمالات اس شخص پر ختم ہو گئے۔ حالانکہ مبالغے کے طور پر اس طرح کے القاب کا استعمال یہ معنی ہرگز نہیں رکھتا کہ لغت کے اعتبار سے خاتم کے اصل معنی ہی کامل یا افضل کے ہو جائیں اور آخری کے معنی میں یہ لفظ استعمال کرنا سرے سے غلط قرار پائے۔ یہ بات صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے جو زبان کے قواعد سے ناواقف ہو کسی زبان میں بھی یہ قاعدہ نہیں ہے کہ اگر کسی لفظ کو اس کے حقیقی معنی کے بجائے کبھی کبھی مجازاً کسی دوسرے معنی میں بولا جاتا ہو تو وہی معنی اس

کے اصل معنی بن جائیں اور لغت کی رُو سے جو اس کے حقیقی معنی میں ان میں اس کا استعمال ممنوع ہو جائے۔ آپ کسی عرب کے سامنے جب کہیں گے کہ "جاء خاتم القوم" تو وہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہ لے گا کہ قبیلے کا فاضل و کامل آدمی آ گیا، بلکہ اس کا مطلب وہ یہی لے گا کہ پورا پورا قبیلہ آ گیا ہے حتیٰ کہ آخری آدمی جو وہ گیا تھا وہ بھی آ گیا۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی نگاہ میں رہنی چاہیئے کہ خاتم الشعراء، خاتم الفقہاء اور خاتم المحدثین وغیرہ القاب جو بعض لوگوں کو دیئے گئے ہیں ان کے دینے والے انسان تھے اور انسان کبھی یہ نہیں جان سکتا کہ جس شخص کو وہ کسی صفت کے اعتبار سے خاتم کہہ رہا ہے اس کے بعد پھر کوئی اس صفت کا حامل پیدا نہیں ہو گا۔ اسی وجہ سے انسانی کلام میں ان القاب کی حیثیت مبالغے اور اعتراف کمال سے زیادہ کچھ ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے متعلق یہ کہدے کہ فلاں صفت اس پر ختم ہو گئی تو کوئی وجہ نہیں، ہم اسے بھی انسانی کلام کی طرح مجازی کلام سمجھ لیں۔ اللہ نے اگر کسی کو خاتم الشعراء کہہ دیا ہوتا تو یقیناً اس کے بعد کوئی شاعر نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اس نے جسے خاتم النبیین کہہ دیا، غیر ممکن ہے کہ اس کے بعد کوئی نبی ہو سکے اس لئے کہ اللہ عالم الغیب ہے اور انسان

عالم الغیب نہیں ہیں۔ اللہ کا کسی کو خاتم النبیین کہنا اور انسانوں کا کسی کو خاتم الشعراء اور خاتم الفقہاء وغیرہ کہہ دینا آخر ایک درجہ میں کیسے ہو سکتا ہے۔

۱۵- ابو داؤد، السنن، ج ۲، ص ۲۲۸؛ ترمذی، السنن، ج ۲، ص ۴۵؛ الخطیب التبریزی، مشکاۃ المصابیح، ج ۲، ص ۴۶۵

۱۶- دارمی، السنن، ج ۱، ص ۳۱، طبع المدینہ المنورہ؛ مشکاۃ، ج ۲، ص ۵۱۴

۱۷- بخاری، الجامع الصحیح، ج ۱، ص ۵۰۱- مسلم، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۲۴۸ ومشکاۃ، ج ۲، ص ۵۱۱

۱۸- مسلم، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۲۴۸

۱۹- ابو داؤد الطیالسی، المسند، ص ۲۴۷

۲۰- مسلم، الجامع الصحیح، ج ۱، ص ۱۹۹؛ ابو عوانہ، المسند،، ج ۱، ص ۳۹۵؛ مشکاۃ المصابیح، ج ۲، ص ۵۱۲

۲۱- مسلم، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۱۲۶

۲۲- ترمذی، السنن، ج ۲، ص ۵۱

۲۳- احمد المسند، ج ۴، ص ۱۲۷؛ مشکاۃ، ج ۲، ص ۵۱۲؛ الھیثمی مجمع

الزوائد، ج ۲، ص ۲۲۲

۲۴- الحاکم، المستدرک، ج ۲، ص ۲۱۸

۲۵- ۱- البخاری، الجامع الصحیح، ج ۱، ص ۵۰۰-۵۰۱، کتاب المناقب، باب ما جاء فی اسماء رسول اللہ-

۲- مسلم، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۲۶۱، باب اسماء صلی اللہ علیہ وسلم

۳- احمد، المسند، ج ٦، ص ۸۴

۲٦- الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۷، ص ۱۸۰؛

ملا علی قاری، الاسرار المرفوعہ فی الاحادیث الموضوعہ، ص ۲۸۵

۲۷- بخاری، الجامع الصحیح، ص ۴۹۱،

احمد، المسند، ج ۱، ص ۲۹۷

۲۸- بخاری، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ٦۳۳

مسلم، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۲۷۸

۲۹- احمد، المسند، ج ۳، ص ۱۲۴،

ابن حجر، فتح الباری، ج ۱۰، ص ٦۳۴؛

الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۲، ص ۲۲۷؛

المتقی الهندی، کنز العمال، ج ۱۴، ص ۱۹۶ (حدیث نمبر ۳۸۳۴۸)

۳۰- ملا علی قاری، الاسرار المرفوعہ، ۲۸۵

مزید دیکھیں: احمد، المسند، ج ۳، ص ۳۳۸

۳۱- احمد، المسند جلد ۲، ص ۳۹۱

۳۲- المتقی الهندی، کنز العمّال ج ۱۱، ص ۴۸۰، حدیث نمبر ۳۲۲۶۹م

۳۳- مسلم، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۲۶۱

۳۴- مسلم، الجامع الصحیح، جلد ۱، ص ۴۴۶

۳۵- المتقی الهندی، کنز العمال، ج ۱۲، ص ۲۷۰، حدیث نمبر ۳۴۹۹۹

۳۶- البیهقی، السنن، ج ۱۸، ص ۱۴۴؛ المعجم الکبیر، ج ۸، ص ۱۶۳؛ کنز العمال، ج ۱۵، ص ۹۴۷

۳۷- النسائی السنن، وابو داؤد السنن، بحوالہ فتح الباری، جلد ۱۱، ص ۳۲۱.

۳۸- ابو بکر عمر بن ابی عاصم، کتاب السنہ، ج ۱، ص ۱۷۱؛ تهذیب تاریخ دمشق، ج ۱، ص ۱۹۱

۳۹- طبری، تاریخ الامم والملوک، ج ۲، ص ۳۹۹

۴۰- ابن کثیر، البدایہ والنھایہ، جلد ۵، ص ۵۱

۴۱- ابن کثیر، البدایہ والنھایہ، جلد ۶، ص ۳۱۶، ۳۲۵

۴۲- ابن احمد المکی، مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ، ج ۱، ص ۱۶۱

۴۳- ابن جریر، تفسیر ج ۲۳، ص ۱۲

۴۴- الطحاوی، شرح الطحاویہ فی العقیدہ السلفیہ، صفحات ۱۵، ۸۷، ۹۷، ۱۰۰، ۱۰۲

۴۵- ابن حزم، المحلی، ج ۱، ص ۲۶

۴۶- البغوی، معالم التنزیل، جلد ۵، ص ۲۶۵

۴۷- الزمخشری الکشاف، جلد ۲، ص ۲۱۵

۴۸- الشہرستانی، الملل والنحل، جلد ۳، ص ۲۴۹

۴۹- الرازی، تفسیر کبیر، جلد ۶، ص ۵۸۱

۵۰- البیضاوی، تفسیر بیضاوی، جلد ۴، ص ۱۶۴

۵۱- خازن، تفسیر خازن، ج ۵، ص ۲۶۵

۵۲- ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد ۳، ص ۴۹۳-۴۹۴

۵۳- سیوطی والمحلی، تفسیر جلالین، ص ۶۸۷

۵۴- ابن نجیم، کتاب الاشباہ والنظائر، ص ۱۷۹

۵۵- ملا علی قاری، شرح فقہ الاکبر، ص ۲۰۲

۵۶- اسماعیل حقی، تفسیر روح البیان، جلد ۲۲، صفحہ ۱۸۸

۵۷- علامہ نظام وجماعہ، فتاویٰ عالمگیری، جلد ۲، ص ۲۶۳

۵۸- شوکانی، تفسیر فتح القدیر، جلد ۴، ص ۲۷۵

۵۹- سیّد ابو الاعلیٰ مودودی، سیرت سرور عالم، ج ۱، ص ۲۰۸-۲۰۹

۶۰- ابو الاعلیٰ مودودی سیّد، سیرت سرور عالم، جلد اوّل، ص ۲۰۱-۲۱۲

باب ہشتم

اسلام کا تصوّر جہاد اور بہائیت

جہاد کا مفہوم:

جہاد و مجاہدہ فعال اور مفاعلہ کے وزن پر مصدر ہیں۔ اس کا مادہ جہد ہے۔ اس کے معنی محنت و مشقت اور کوشش کے ہیں۔ دینی اصطلاح میں حق کی سر بلندی اور اس کی اشاعت و حفاظت کے لئے ہر قسم کی جدوجہد قربانی اور ایثار کرنا اور ان تمام جسمانی و مالی و دماغی قوتوں کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو ملی ہیں اس راہ پر صرف کرنا یہاں تک کہ اس کے لئے اپنی اور اپنے عزیز و اقارب کی، اہل و عیال کی خاندان و قوم کی جان تک قربان کر دینا اور حق کے مخالفوں کی کوششوں کو توڑنا۔ ان کی تدبیروں کو رائیگاں کرنا اور اس کے لئے جنگ کے میدان میں اگر ان سے لڑنا پڑے تو اس کے لئے بھی پوری طرح تیار رہنا جہاد ہے۔ یہ اسلام کا بہت بڑا رکن

ہے اور بہت بڑی عبادت ہے(۱)۔

قرآن کی رُو سے جہاد کی اہمیت

جہاد اسلام کا رکن ہے۔ جہاد کا ذکر قرآن کریم میں بار بار آیا ہے اور جہاد کی بہت زیادہ تلقین کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

۱۔ "انما المومنون الذین آمنوا باللّٰه ورسوله ثمّ لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللّٰه اولئک ھم الصّادقون"(۲)

(مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور پھر اس میں نہ ڈگمگائیں اور خدا کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کریں، یہی سچے لوگ ہیں)

سورۃ البقرۃ میں ہے:

۲۔ "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰه اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون"(۳)۔

(اور نہ کہو تم ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں مارے گئے مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں)

۳- "ان الّذین آمنوا والذین هاجروا وجاهدوا فی سبیل اللّٰه اولئک یرجون رحمة اللّٰه واللّٰه غفور رحیم"(۴).

(البتہ ایمان لانے والے، ہجرت کرنے والے، اور اللّٰہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بہت مہربان ہے)

سورۃ نساء میں ہے:

۴- "فلیقاتل فی سبیل اللّٰه الذین یشرون الحیاة الدنیا بالاخرة ومن یقاتل فی سبیل اللّٰه فیقتل او یغلب فسوف نوتیه اجراً عظیما"(۵).

(پس جو لوگ دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے بیچ چکے ہیں انہیں اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا چاہیئے اور جو شخص اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہادت پا لے یا غالب آ جائے یقیناً ہم اسے بہت بڑا ثواب عنایت فرمائیں گے)۔

۵- "لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاهدون فی سبیل اللّٰه باموالهم وانفسهم فضل اللّٰه المجاهدین

باموالهم وانفسهم على القاعدين درجه وكلا وعد اللّٰه الحسنى وفضل اللّٰه المجاهدين على القاعدين اجراً عظيما. درجات منه ومغفرة ورحمة وكان اللّٰه غفوراً رحيما"(٦).

(اپنی جانوں اور مالوں سے خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے مومن اور بغیر عذر کے بیٹھ رہنے والے مومن برابر نہیں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللّٰہ تعالیٰ نے درجوں میں بہت فضیلت دے رکھی ہے۔ اپنی طرف سے مرتبے کی بھی اور بخشش کی بھی اور رحمت کی بھی اور اللّٰہ تعالیٰ بخشش کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے)۔

اللّٰہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ میں فرمایا ہے:

٦- "یا ایها الذین آمنوا اتقوا اللّٰه وابتغوا الیه الوسیله وجاهدوا فی سبیله لعلکم تفلحون"(٧)

(مسلمانو اللّٰہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کی طرف نزدیکی کی جستجو کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تمہارا بھلا ہو)

اسی طرح سورۃ الانفال میں ارشاد ہے"

٧-"ان الذین آمنوا وهاجروا وجاهدوا باموالهم

وانفسهم فی سبیل اللّٰه والذین اووا ونصروا اولئک بعضهم اولیاء بعض والذین امنوا ولم یهاجروا ما لکم من ولا یتهم من شیئٔ حتی یهاجروا وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الاعلی قوم بینکم وبینهم میثاق واللّٰه بما تعلمون بصیر. والذین کفروا بعضهم اولیاء بعض الا تفعلوه تکن فتنه فی الارض وفساد کبیر والذین آمنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل اللّٰه والذین آووا ونصروا اولئک هم المؤمنون حقا لهم مغفرة ورزق کریم(۸).

(جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللّٰہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور مدد کی یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو ایمان لائے ہیں لیکن ہجرت نہیں کی تمہارے لئے ان کی کچھ بھی رفاقت نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔ ہاں اگر وہ تم سے دین کے بارے میں مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا ضروری ہے۔ سوائے ان لوگوں

کے کہ تم میں اور اُن میں عہد و پیماں ہے تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ خوب دیکھتا ہے۔ کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں فتنہ ہو گا اور زبردست فساد ہو جائے گا جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد پہنچائی یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے)۔

سورۃ توبہ میں ہے:

۸- "اجعلتم سقایه الحاج وعمارة المسجد الحرام کمن امن باللّٰه والیوم الاخر وجاهد فی سبیل اللّٰه لا یستوون عند اللّٰه واللّٰه لا یهدی القوم الظالمین. الذین آمنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل اللّٰه باموالهم وانفسهم اعظم درجته عند اللّٰه واولئک هم الفائزون. یبشرهم ربهم برحمة منه ورضوان وجنات لهم فیها نعیم مقیم. خالدین فیها ابداً ان اللّٰه عنده اجر عظیم" (۹).

(کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلا دینا اور مسجد حرام کی خدمت کرنا اس کے برابر کر دیا جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہ اللہ کے نزدیک برابر کے نہیں اور اللہ تعالی بے انصافوں کو راہ نہیں دکھاتا۔ جو لوگ ایمان لائے ہجرت کی اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کیا وہ اللہ کے ہاں بہت بڑے مرتبہ والے ہیں اور یہی لوگ مراد پانے والے ہیں انہیں ان کا رب خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت کی اور رضامندی کی اور جنتوں کی ان کے لئے وہاں دوام نعمت ہے وہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اللہ کے پاس یقیناً بڑے ثواب ہیں)۔

۹۔ "انفروا خفافا وثقالاً وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللّٰہ ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون"(۱۰)

(نکل کھڑے ہو جاؤ ہلکے پھلکے ہو تو بھی اور بھاری بھر کم ہو تو بھی اور راہ رب میں اپنی جان و مال سے جہاد کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو)

سورۃ التوبہ میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:

۱۰۔ "لکن الرسول والذین آمنوا معه جاھدوا

باموالهم وانفسهم واولئک لهم الخیرات واولئک هم المفلحون. اعد اللّٰه لهم جنات تجری من تحتها الانهر خالدین فیها ذلک الفور العظیم"(۱۱).

(لیکن خود رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں یہی لوگ بھلائیوں والے ہیں اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں انہی کے لئے اللّٰہ نے جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ جن میں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں یہی بہت بڑی کامیابی ہے)۔

۱۱- "ان اللّٰه اشتریٰ من المؤمنین انفسهم واموالهم بان لهم الجنه یقاتلون فی سبیل اللّٰه فیقتلون ویقتلون وعدا علیه حقاً فی التوراة والانجیل والقرآن ومن اوفی بعهده من اللّٰه فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم به وذلک هو الفوز العظیم"(۱۲)

(بلاشبہ اللّٰہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان

کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے۔ تورات میں اور انجیل میں اور قرآن مجید میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ اپنی بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے)۔

سورۃ الصف میں ارشاد ہے:

۱۲- "ان الّذین یقاتلون فی سبیله صفاً کانهم بنیان مرصوص"(۱۳)

(اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں)

۱۳- "یا ایها الذین امنوا هل ادلکم علی تجارة تنجیکم من عذاب الیم تومنون باللّٰه ورسوله وتجاهدون فی سبیل اللّٰه باموالکم وانفسکم ذلکم خیرلکم ان کنتم تعلمون. یغفرلکم ذنوبکم ویدخلکم جنات تجری من تحتها الانهر ومساکن طیبه فی جنات عدن ذلک الفوز

العظیم. واخری تحبونھا نصر من اللّٰہ وفتح قریب وبشّر المؤمنین" (۱۴)

(اے ایمان والو کیا میں تمہیں وہ تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم میں علم ہے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور تمہیں ان جنتوں میں پہنچائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور صاف ستھرے گھروں میں جو جنت عدن میں ہونگے یہی بہت بڑی کامیابی ہے اور تمہیں ایک دوسری نعمت بھی دے گا جسے تم چاہتے ہو وہ اللہ کی مدد اور جلد فتح یابی ہے ایمانداروں کو خوشخبری دے دو)۔

حدیث کی روشنی میں جہاد کی اہمیت

بہت سی روایات میں جہاد کی اہمیت، ضرورت اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار مواقع پر

جہاد کی فضیلت بیان فرمائی اور خود ہر طرح سے جہاد میں حصّہ لیا۔ صحابہ کرام رضوان اللّہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ ہم صرف چند احادیث کا ذکر کرتے ہیں:

حدیث نمبر۱: "عن ابی ھریرہ رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لا یکلم احد فی سبیل اللّٰه واللّٰه یعلم من یکلم فی سبیل اللّٰه الا جاء یوم القیمه وجرحه یثعب دما اللون لون الدم والریح ریح المسک"(۱۵).

(رسول اللّہ صلی اللّہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللّہ کی راہ میں زخمی ہو جائے اور اللّہ ہی جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوا ہے، تو وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہو گا۔ وہ صورت میں تو خون ہو گا اس کے خوشبو مشک جیسی ہو گی)۔

حدیث نمبر۲: "عن ابی موسی رضی اللّٰه عنه قال: جاء رجل الی النبیؐ فقال: الرجل یقاتل للمغنم، والرجل یقاتل للذکر، والرجل یقاتل

ليرى مكانه فى سبيل اللّٰه، قال: من قاتل لتكون كلمة اللّٰه هى العليا فهو فى سبيل اللّٰه"(١٦).

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور عرض کیا کہ جہاد میں لوگ مختلف نیتوں سے شریک ہوتے ہیں ایک شخص اس نیت سے جہاد میں شرکت ہوتا ہے کہ مال غنیمت میں حصہ ملے گا۔ ایک شخص اس لئے جہاد کرتا ہے کہ دنیا میں اس کا چرچا ہو گا اور تاریخ میں یادگار باقی رہے گی۔ ایک شخص اس لئے جہاد کرتا ہے کہ دنیا کے لوگ یہ محسوس کر لیں کہ یہ اسلام کا بڑا خدمت گزار اور جانثار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ان میں سے صرف وہ ہے جو اس نیت سے جہاد کرے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور اس کے دشمن زیر ہوں)۔

حديث نمبر٣: عن معاذ ابن جبل فى حديث طويل قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: راس الامر الاسلام، وعموده الصلاة، وذروة سنامه الجهاد(١٧).

(حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ "اصل کام اسلام ہے اور اسلام کا عمود جس پر اس کی تعمیر قائم ہے، نماز ہے اور اس کا اعلیٰ مقام جہاد ہے)

حدیث نمبر۴: "عن ابی امامه رضی اللّٰه عنه: والذی نفس محمد بیده لغدوة او روحه فی سبیل اللّٰه خیر من الدنیا وما فیها ولمقام احدکم فی الصف خیر من صلاته ستین سنه"(۱۸).

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اللہ کے راستہ جہاد میں ایک مرتبہ صبح یا شام کو نکلنا ساری دنیا اور اس کی تمام نعمتوں سے بدرجہا بہتر ہے اور ایک شخص کا جہاد کی صف میں کھڑا ہونا گھر میں رہ کر ساٹھ برس کی نمازوں سے بہتر ہے)۔

حدیث نمبر۵: وعن ابی موسی رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰهؐ: وانّ ابواب الجنه تحت ظلال السیوف، فقال رجل رثّ الهیئه فقال: یا ابی موسی! انت سمعت رسول اللّٰهؐ یقول هذا؟

قال: نعم، فرجع الی اصحابه فقال: اقرا علیکم السلام، ثم کسر جفن سیفه فالقاه، ثم مشی بسیفه الی العدو فضرب به حتی قتل(۱۹).

(ابو موسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ میں ہیں۔ یہ سن کر ایک خستہ حال آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا، اے ابو موسی! آپ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں! یہ شخص فوراً اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا اور ان کو آخری سلام کیا اور اپنی تلوار کی میان توڑ کر پھینک دی۔ ننگی تلوار لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑا اور مسلسل لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا)۔

حدیث نمبر٦: "عن عبداللّٰہ بن حبشی: انّ النبیؐ سئل، ای الاعمال افضل؟ قال: طول القیام، قیل: فایّ الصدقه افضل؟ قال: جهد المقل، قیل: فایّ الهجرة افضل؟ قال: من هجر ما حرم اللّٰه علیه، قیل: فایّ الجهاد افضل؟

قال: من جاهد المشركين بماله ونفسه، قيل: فايّ القتل اشرف؟ قال: من اهريق دمه وعقر جواده"(۲۰)

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ عبادت میں سب سے افضل کون سا عمل ہے؟ فرمایا کہ طویل قیام۔ پھر سوال کیا گیا کہ صدقہ کون سا افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ مفلس آدمی جو اپنی مزدوری میں سے خرچ کرے۔ پھر سوال کیا گیا کہ ہجرت کون سی افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی ہجرت افضل ہے جو ہر اس چیز کو چھوڑ دے جس کو اللہ نے حرام کیا ہے۔ پھر سوال کیا گیا کہ جہاد کونسا افضل ہے تو فرمایا کہ جس نے اپنی جان اور مال کے ساتھ مشرکین سے جہاد کیا۔ پھر سوال کیا گیا کہ اللہ کی راہ میں قتل ہونا کونسا افضل و اشرف ہے؟ تو فرمایا کہ جس شخص کا اپنا بھی خون بہا دیا گیا ہو اور اس کا گھوڑا بھی مار دیا گیا ہو)۔

حدیث نمبر۷: "عن ابن عباس رفعه: الا اخبرکم بخير الناس منزلا؟ قلنا: بلٰى يا رسول اللّٰه! قال: رجل اخذ براس فرسه فى سبيل الله

حتی یعود او یقتل، الا اخبرکم بالذی یلیه؟ قلنا: نعم یا رسول اللّٰه! قال: رجل معتزل فی شعب من الشّعب، یقیم الصلاة، ویؤتی الزکاة، ویعتزل الناس شرّه، او اخبرکم بشرّ الناس؟ قلنا: نعم یا رسول اللّٰه! قال: الذی یسئل باللّٰه ولا یعطی"(۲۱).

(رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں بتلاؤں کہ سب انسانوں سے زیادہ نزدیک مقام اللّٰہ کے نزدیک کس کا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور بتلائیے! آپ نے فرمایا وہ شخص جو اپنا گھوڑا لے کر اللّٰہ کی راہ میں کسی اسلامی سرحد کی حفاظت میں لگ گیا اور یہیں مقیم رہا یہاں تک کہ مر جائے یا قتل کر دیا جائے۔ پھر فرمایا میں تمہیں بتلاؤں کہ اس شخص کے قریب کس کا درجہ ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور فرمائیے۔ فرمایا جو کسی پہاڑ کی گھاٹی میں جا کر مقیم ہو گیا اور نماز اور زکوۃ ادا کرتا رہا، لوگوں کو اپنی ایذاؤں سے بچایا۔ پھر فرمایا کہ تمہیں سب سے بد ترین آدمی کا بھی پتہ دوں؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ضرور! آپ نے فرمایا کہ وہ شخص دوسروں

سے اللہ کے نام پر مانگتا ہے مگر جب کوئی اس سے اللہ کے نام پر مانگے تو اسے کچھ نہیں دیتا۔

حدیث نمبر۸: "عن انس عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال جاهدوا المشرکین باموالکم وانفسکم والسنتکم"(۲۱-۱)

(حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مشرکین کے خلاف جہاد کرو اپنے مال، جان اور زبان سے)

حدیث نمبر۹: عن عقبه بن عبد السلمی قال: قال رسول اللّٰہؐ: القتلی ثلاثه، مؤمن جاهد بنفسه وماله فی سبیل اللّٰه فاذا لقی العدو قاتل حتی یقتل، قال النبیؐ فیه فذلک الشهید الممتحن فی خیمة اللّٰه تحت عرشه لا یفضله النبیّون الا بالنبوّة، ومؤمن خالط عملا صالحا وآخر سیئا جاهد بنفسه وماله فی سبیل اللّٰه اذا لقی العدو قاتل حتی یُقتل، قال النبیؐ مصمصه محت ذنوبه وخطایاه انّ السیف

محاء للخطایا وادخل الجنه من ای باب شاء، ومنافق جاهد بنفسه وماله فی سبیل اللّٰه اذا لقی العدو قاتل حتی یقتل فذلک فی النار انّ السیف لا یمحو النفاق(۲۲).

(رسول اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جہاد میں قتل ہونے والے تین طرح کے آدمی ہیں۔ ایک وہ شخص جو خود مومن کامل، صلح ہے۔ اس کے ساتھ اس نے اللّٰہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کیا اور جب دشمن سے اس کا مقابلہ ہوا تو ڈٹ کر لڑا یہاں تک کہ قتل کر لیا گیا اس شخص کے بارے میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہی وہ اصل شہید اور امتحان میں کامیاب ہے جو قیامت کے دن عرش رحمن کے نیچے خیمے میں ہو گا اور انبیاء سے اس کا مقام صرف اتنا ہی کم ہو گا جو درجہ نبوت کا تقاضا ہے۔

دوسرا وہ شخص ہے جو مومن مسلمان تو ہے مگر عمل میں کچھ نیک کام کئے کچھ برے کئے پھر اس نے اپنی جان و مال سے اللّٰہ کی راہ میں جہاد کیا اور دشمن کے مقابلے میں لڑا، یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا۔ اس شخص کے بارے رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا جہاد

مصمصہ (یعنی سینگ کی طرح چوس کر فاسد مادہ نکالنے والا) ہے جس نے اس کے سب گناہوں کو مٹا دیا اور تلوار سب خطاؤں کو مٹا دینے والی ہے۔ یہ شخص جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو سکے گا۔

تیسرا وہ منافق ہے جس نے اپنی جان و مال سے جہاد کیا اور دشمن سے لڑ کر مقتول ہو گیا (مگر نیت خالص اللہ کے لئے نہیں تھی) یہ جہنم میں جائے گا، کیونکہ تلوار کفر و نفاق کو نہیں مٹا سکتی۔

حدیث نمبر۱۰: "وعن سهل بن سعد قال: قال رسول اللّٰه رباط يوم خير من الدنيا وما عليها" (۲۳).

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن کا "رباط" یعنی اسلامی سرحدوں کی حفاظت کا کام ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، ان سب سے بہتر ہے)۔

مقاصد جہاد

جہاد کی مزید تفصیل میں جانے سے پہلے ضروری ہے کہ اس کے مقاصد جلیلہ پر ایک نظر ڈالی جائے یوں تو اس کے مقاصد بے

شمار ہیں۔ مگر ہم قرآن و سنّت کی روشنی میں چند نمایاں باتیں درج کرتے ہیں:

۱ - خدا پرستی کا فروغ

قرآن مجید میں اس مقصد پر روشنی اس طرح ڈالی گئی ہے

"اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے "ہمارا ربّ اللہ ہے"۔ اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجے، معبد اور مسجدیں جنمیں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے۔ سب مسمار کر ڈالی جائیں (۲۴)۔

گویا خدا کی راہ میں جہاد اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس کا ذکر بلند ہو اور مقدس مقامات کو تحفظ ملے تاکہ خدا پرستی کو فروغ نصیب ہو۔

۲ - اقامت دین

خدا کی راہ میں جہاد اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ اس کا بھیجا ہوا

دین دنیا میں غالب ہو اور بالفعل دنیا میں قائم ہو جائے۔ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور باطل مٹ جائے۔

۳۔ تبلیغ اسلام

جہاد کے ذریعے اسلام کی تبلیغ کرنا بھی مقصود ہے۔ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ نے مکہ میں تیرہ برس تک مسلسل جہاد جاری رکھا اور پھر مدینہ میں جا کر اسی کے ذریعے بالآخر اسلام پوری عرب سرزمین میں پھیل گیا۔

۴۔ مظلوم کی دستگیری

کسی مسلمان کے لئے قانوناً اور اخلاقاً جائز نہیں ہے کہ دنیا کے کسی خطے کے اندر مسلمان ستائے جا رہے ہوں، مسلمان عورتوں کی جان و آبرو سے کھیلا جا رہا ہو، معصوم بچوں کو نشانہ عذاب بنایا جا رہا ہو اور کمزور و بے بس افراد ظلم کی چکی میں پس رہے ہوں، تو وہ خاموش تماشائی بنا رہے۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کو مظلومین کی حمایت میں جہاد کرنے کا حکم ہے۔ تاکہ ان کو ظلم سے نجات دلائی جا سکے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

"آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں،

عورتوں اور بچّوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کمزور سمجھ کر دبا لئے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا! ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے" (۲۵)۔

۵- جارحیّت کا جواب

قرآن مجید میں صاف حکم ہے کہ "تم اللّٰہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ مگر زیادتی نہ کرو کہ اللّٰہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان سے لڑو جہاں بھی تمہارا ان سے مقابلہ پیش آئے اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے۔ اس لئے کہ قتل اگرچہ برا ہے۔ مگر فتنہ اس سے بھی برا ہے" (۲۶)۔

۶- فتنہ و استعمار کی بیخ کنی

ارشاد ہے "قاتلوھم حتی لاتکون فتنہ ویکون الدین للّٰہ" (تم ان سے لڑتے رہو۔ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللّٰہ کے لئے ہو جائے" (۲۷)

۷- اہل ایمان کی پرکھ

قرآن مجید میں ہے "کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں جانیں لڑانے والے ہیں اور اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں" (۲۸)۔

۸- اہل ایمان کے لئے دلوں کی ٹھنڈک

ارشاد الٰہی ہے:

"قاتلوهم يعذبهم الله بايديكم ويخزهم وينصركم عليهم ويشف صدور قوم مومنين ويذهب غيظ قلوبهم ويتوب الله على من يشاء والله عليم حكيم" (۲۹)

(کفّار و مشرکین) سے لڑو۔ اللہ تمہارے ہاتھوں ان کو سزا دلوائے گا اور انہیں ذلیل و خوار کرے گا اور ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اور بہت سے مومنوں کے دل ٹھنڈے کرے گا۔ اور ان کے دلوں کی جلن کو مٹا دے گا اور جسے چاہے گا توبہ کی توفیق بھی دے گا۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا ہے"۔

جہاد کی قسمیں

جہاد کی قسمیں درج ذیل ہیں:

۱ - نفس کے خلاف جہاد:

اپنی خواہشات نفس کے خلاف جہاد کو جہاد بالنفس کہا گیا ہے کیونکہ خواہشات کی پیروی انسان کو گمراہ کر دیتی ہے۔

۲ - علم و دانش کے ذریعے جہاد:

جہاد کی ایک قسم یہ ہے کہ لوگوں کو دین کے علم اور حق کی معرفت کے ذریعے اسلام کی طرف بلایا جائے۔ دین کی دعوت و تبلیغ کا کام نہایت علمی طریق پر کیا جائے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو رہنما بنا کر نہایت عمدگی سے دلوں کو اسلام کے نور سے منوّر کیا جائے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ حق کی حمایت اور دین کی نصرت کے لئے عقل، فہم اور بصیرت حاصل کرے۔ وہ تمام علوم جو اس راہ میں کام آ سکتے ہوں۔ ان کو اس لئے حاصل کرے کہ ان کے ذریعہ حق کی اشاعت اور دین کی مدافعت کا فریضہ انجام پائے گا۔

۳ - مال کے ذریعہ جہاد:

"ان الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللّٰہ"(۳۰).

(بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا)۔

ایک اور خصوصیت اس حکم کی یہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں جہاد کا حکم آیا ہے۔ وہاں جہاد بالمال کا ذکر ضرور کیا گیا ہے۔ اور ہر موقع پر جان کے جہاد پر مال کے جہاد کو مقدّم رکھا گیا ہے۔

۴۔ جان کے ذریعہ جہاد:

قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں جہاں مال کے ذریعہ جہاد کا ذکر ہے وہاں جسم و جان کے ذریعے جہاد کا بھی حکم ہے اور دوسری بے شمار آیات میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے پھر اس جہاد بالنفس میں انسان کی تمام جسمانی و ذہنی صلاحیتیں شامل ہوتی ہیں اور جب انسان اپنی عزیز ترین متاع خدا کی راہ میں قربان کر دیتا ہے تو خداوند کریم اسے جنت کی ابدی زندگی کی بشارت دے دیتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے۔

" لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون"(۳۱)

"جو خدا کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں"۔

ایک دوسری آیت میں ہے:

" لا تحسبنّ الّذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاً بل احیاء عند ربّھم یرزقون"(۳۲)

"جو خدا کی راہ میں مارے گئے اُن کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس ان کو روزی دی جا رہی ہے"۔

جان کے ذریعے جہاد میں جہاد بالسّیف بھی شامل ہے اور وہ تمام ہتھیار جن کو جنگ کے دوران کام میں لایا جا سکتا ہو۔ یہی وہ مسلح جہاد ہے جو آخری طور پر برائیوں کے خلاف کیا جاتا ہے۔

۵- داخلی جہاد:

اس کا مطلب یہ ہے کہ خود اسلامی معاشرے کے اندر جو برائیاں سر اٹھاتی نظر آئیں۔ اُن کے خلاف جنگ کی جائے۔ اور انہیں کچل کر رکھ دیا جائے کیونکہ یہ اندر کی برائیاں شہادت اسلام

کی راہ کی سب سے خطرناک رکاوٹ ہوتی ہیں۔ حدیث میں ہے "تم میں سے جس کسی شخص کو کوئی برائی نظر آئے تو چاہیئے کہ اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اور اگر ایسا نہ کر سکتا ہو تو اس کے لئے اپنی زبان سے کام لے اور اگر اس کی بھی جرات نہ رکھتا ہو تو دل سے بُرا سمجھے یہ ایمان کا سب سے نچلا درجہ ہے" (۳۴۳)

۶ - دفاعی جہاد

مسلح جہاد جن رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو لوگ اسلام لا چکے ہوں۔ کفار کی طرف سے انہیں اسلام لانے کے جرم میں ستایا جائے، انہیں اسلام چھوڑنے پر مجبور کیا جائے اور کفّار انہیں بزور اسلام سے پھیرنے کی کوشش کریں۔ تو یہ بڑی سخت اور ناگوار بات ہے اس لئے مسلمانوں کو اس کے خلاف جنگی قدم اٹھانے کا حکم دیا گیا، اس میں چونکہ اپنی مدافعت کا جذبہ واضح طور پر موجود ہے، اس لئے اسے دفاعی جہاد کہا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مسلمانوں کو اس جہاد کا حکم دیا ہے۔ مسلمانوں کو قریش مکّہ کے مقابلے میں دفاعی جہاد ہی کرنا پڑا تھا۔ قریش کی آزادانہ حیثیت جب تک

برقرار رہی اور ان کے ساتھ جنگ کی حالت قائم رہی۔ اس وقت تک مسلمان دفاعی جہاد کرتے رہے۔

۷- اقدامی جہاد:

دین کی بقاء اور ترقی کی راہ میں دوسری رکاوٹ کا تعلق غیر مسلموں سے ہوتا ہے یعنی یہ کہ غیر مسلموں کے سامنے اسلام کو پیش ہی نہ کرنے دیا جائے یا ان کے اوپر ایسا ایک اجتماعی نظام مسلّط رکھا جائے جس کے ہوتے ہوئے انہیں اسلام کے قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔

چونکہ اسلام دنیا میں غالب ہونے کے لئے آیا ہے اور عظیم سچائی صرف یہی ہے اس لئے حاکم بننے کا حق بھی صرف اس کو حاصل ہے۔ لہذا ایسی رکاوٹ کو بھی اسلام دور کرنا ضروری سمجھتا ہے تاکہ لوگوں کو اسلام کے سمجھنے میں کوئی چیز بھی مانع نہ ہوسکے۔

اس سلسلہ میں دو باتیں ذہن میں بالکل صاف رہنی چاہیئں:

الف: اقدامی جہاد کا منشا ہرگز یہ نہیں ہے کہ لوگوں کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے۔ قرآن مجید میں صاف طور پر یہ حکم ہے کہ "دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں" (۳۴)۔

ب: یہ ایک قوم کو آقا اور دوسری قوموں کو غلام بنانے کی مہم بھی نہیں کہ جھٹ سے اقدامی جہاد پر سامراج و استعماریت کا الزام چسپاں کر دیا جائے۔ اس سے مقصود صرف اسلام کی ان صداقتوں کی سیاسی بالادستی تسلیم کرانا ہے۔ جن پر کائنات کا نظام قائم ہے۔ دنیا میں حکومت کا حق صرف دین اسلام کو اور ان کے ماننے والوں کو ہے۔ لوگ اگر اسلام قبول کر لیں تو حکومت ان کی ورنہ مسلمانوں کے ذمّی بن کر رہیں گے۔

ارشادِ ربّانی ہے:

"هو الّذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحقّ لیظهره علی الدّین کلّه ولو کره المشرکون(۳۵)

(وہ ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے اگرچہ مشرکوں کو ناگوار ہی کیوں نہ گذرے)

۸- دائمی جہاد:

دائمی جہاد وہ جہاد ہے۔ جو ہر مسلمان کو ہر وقت پیش آ سکتا ہے یہ دین کی حمایت ہے اور یہ فرض ہر اُمّتی پر ہے۔

مسلح جہاد کی شرائط

مسلح جہاد خواہ وہ اقدامی ہو، خواہ دفاعی، ہر حال میں نہیں کیا جا سکتا۔ صرف خاص حالات ہی میں کیا جا سکتا ہے۔ یعنی اس کے لئے کچھ ضروری شرطیں ہیں۔ جب تک یہ شرطیں پوری نہ ہو رہی ہوں اس وقت تک یہ جہاد کسی طرح بھی جائز نہ ہو گا۔

۱- جہاد کرنے والے مسلمان آزاد اور خود مختار ہوں اور ان کا اپنا ایک باضابطہ اجتماعی نظام قائم ہو اور ایک خلیفہ یا امیر ان کا سربراہ ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی ملک کے مسلمان اگر آزاد اور خود مختار نہ ہوں اور ان پر تشدّد ہو رہا ہو تو وہ اپنی مدافعت نہ کریں۔ مدافعت کرنا اور اپنی حفاظت کرنا فرائض میں داخل ہے۔ لیکن مسلّح جہاد کا اعلان تبھی ہو گا۔ جب کہ ایک آزاد اسلامی ریاست قائم ہو۔

۲- مخالف قوّت سے لڑنے کے لئے ضروری طاقت میسّر ہو۔ اور اگر دشمن سے لڑنے کے لئے ضروری طاقت موجود نہ ہو تو جہاد کرنے کی ذمّہ داری بھی مسلمانوں پر عائد نہ ہو گی۔

۳- یہ جہاد یا قتال کلیتہً فی سبیل اللہ ہو۔ لڑنے والے مسلمان

صرف دین کی خاطر اور اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے لڑ رہے ہوں۔ ظلم مٹانا اور نیکی و انصاف کو فروغ دینا ہی ان کا مقصد ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص صرف اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے لڑتا ہے۔ پس اس کا لڑنا فی سبیل اللہ ہے" (۳۶)

ایک اور جگہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

"لیس منّا من قاتل عصبیّۃ" وہ ہم میں سے نہیں ہے جو کسی عصبیّت کے تحت لڑے (۳۷)۔

۴- دشمن مسلمانوں کو اسلامی عبادات اور احکام پر عمل کرنے سے روکیں تو قتال فرض ہو جاتا ہے۔

۵- جب مسلمانوں کی عزّت و آبرو اور جان و مال کو خطرہ درپیش ہو تو اس کی حفاظت کے لئے مسلح جہاد کا اعلان فرض ہو جاتا ہے۔

۶- امن کے قیام اور فتنہ کے استیصال کے لئے بھی جہاد ضروری ہے۔

۷- جب کفار اسلامی ریاست پر حملہ کر دیں تو ان کو دندان شکن جواب دیا جائے

۸- مذہب کی حمایت میں اور اسے پوری طرح جاری و ساری کرنے کے لئے بھی جہاد کیا جائیگا۔

۹- جب مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا جائے تو ان حالات میں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ دشمنوں کو ان کے گھروں سے نکالنے کے لئے جہاد کرے۔

جہاد فی سبیل اللہ کے محرکات

مختصراً جہاد فی سبیل اللہ کے محرکات درج ذیل ہیں:

۱- اعلائے کلمہ اللہ کی خاطر:

اہل ایمان کا جہاد و قتال صرف اللہ کے دین کی خاطر ہوتا ہے "حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص بہادری کے لئے لڑتا ہے، یا حمیت قومی کے لئے لڑتا ہے یا دکھاوے کے لئے لڑتا ہے۔ ان میں سے کون سی جنگ راہ خدا میں ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ راہ خدا کی جنگ تو صرف اس شخص کی ہے جو محض اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے لڑے" (۳۸)

۲- اجر و شہرت کی طلب سے پاک

زمانہ جاہلیت میں جنگیں دنیاوی فوائد یا نام پیدا کرنے کے لئے لڑی جاتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مال اور نام وری کے لئے لڑتا ہے اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ مختلف روایات میں جنگ کے پانچ محرکات سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی

ہے۔ طلب غنائم، اظہار شجاعت، ریاکاری، حمیت قومی و وطنی اور جوش انتقام (۳۹)۔

۳- دنیوی فائدوں سے اجتناب

مسند احمد میں روایت ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور صرف ایک اونٹ باندھنے ہی کی رسی نیت کر لی تو بس اس کو وہ رسی ہی ملے گی، ثواب کچھ نہ ملے گا (۴۰)

ترک جہاد کے نقصانات

ترک جہاد کے درج ذیل تین عظیم نقصانات سے مسلمان دو چار ہوتے ہیں:

۱ - پستی اور زوال

اللہ کا فرمان ہے کہ اگر مسلمان جہاد کے لئے نہ نکلیں گے تو ان کو زوال و پستی میں ڈال کر مٹا دے گا اور ان کی جگہ کسی اور قوم کو اٹھائے گا جو جہاد جاری رکھیں گے۔ ملاحظہ ہو:

" الاّ تنفروا يعذبكم عذاباً اليماً ويستبدل

قوما غیرکم ولا تضروه شیئا واللّٰہ علی کل شیئ قدیر"(۴۱)

(اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلو گے تو خدا تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو اٹھائے گا اور تم خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے)

۲- دنیا میں اس کا وبال

"عن ابی ھریرہ رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: من مات ولم یغز ولم یحدث بہ نفسہ بغزو مات علی شعبہ نفاق (۴۲)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نہ کبھی جہاد کیا اور نہ اپنے دل ہی میں جہاد کا ارادہ کیا وہ ایک قسم کے نفاق پر مرے گا)

"عن ابی امامہ عن النبیؐ قال: من لم یغز او یجھزّ غازیا او یخلف غازیا فی اھلہ بخیر اصابہ اللّٰہ بقارعۃ قبل یوم القیامہ(۴۳)

کبھی جہاد کیا، نہ کسی مجاہد کو سامان جہاد دیا، اور نہ کبھی کسی مجاہد فی سبیل اللہ کی یہ خدمت انجام دی کہ اس کے اہل و عیال کی نگرانی بلا کسی غرض دنیوی کے پوری طرح کی تو قیامت سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ اس پر عذاب نازل فرمائیں گے)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جہاد میں کسی نہ کسی طرح حصّہ ضرور لے۔ اگر محاذ پر جا کر لڑنے کی قوت و قدرت نہیں تو مجاہدین کو سامان فراہم کرنے میں حصّہ لے، اور یہ بھی نہ ہو سکے تو مجاہدین کے اہل و عیال کی خدمت خالص اللہ کے لئے دنیوی اغراض سے پاک ہو کر کرے اور جو لوگ جہاد کے کسی کام میں حصّہ نہ لیں وہ خدا کے عذاب اور مصائب کو دعوت دیتے ہیں۔

کچھ عجب نہیں کہ پاکستان کے مسلمانوں کو جو اللہ تعالیٰ نے جہاد میں حصّہ لینے کا موقع عطا فرمایا ہے، اگر ہم اس کی اہمیت کو محسوس کر کے آگے بھی جہاد کی تیاری کو نہ چھوڑیں تو ہم پر جو آفات و مصائب طوفانوں اور دوسری صورتوں سے آئے دن مسلّط رہتے ہیں اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ پورے پاکستان کو ان سے نجات عطا فرمائیں۔

"وعن ابی هریرہ رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہؐ: من لقی اللّٰہ بغیر اثر من جہاد لقی اللّٰہ وفیہ ثلمۃ" (۴۲).

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قیامت کے روز اللہ کے سامنے اس طرح حاضر ہو گا کہ اس کے بدن پر کوئی نشان جہاد کا نہ ہو تو وہ ایک عیب کے ساتھ اللہ سے ملے گا)۔

۳۔ سامراجی قوّتوں کا غلبہ

"حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثوبانؓ سے فرمایا۔ اے ثوبانؓ! اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی۔ جب تم پر دوسری قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں جس طرح تم کھانے کی برتن پر لقمے لینے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہو۔ ثوبانؓ نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہماری یہ حالت قلّت تعداد کی وجہ سے ہو گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! نہیں! بلکہ تعداد میں تم زیادہ ہو گے۔ لیکن تمہارے دلوں کے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی۔ دوسرے صحابہؓ نے دریافت

کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! کمزوری سے کیا مراد ہے؟ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا! تمہارا دنیا کی محبت میں گم ہو جانا اور لڑائی سے جی چرانا کمزوری ہے (۴۵)۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ وہ ایک لائحہ عمل ہے۔ اس کا ایک سیاسی ڈھانچہ ہے۔ اس کے اپنے اصول حکمرانی ہیں اور اس کو خداوند تعالیٰ نے دنیا میں اس لئے بھیجا ہے کہ وہ یہاں پر غالب ہو کر رہے۔ غالب ہونا اور غالب رہنا اسلام کی فطرت ہے اور یہ غلبہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ کچھ لوگ اسے غالب کرنے کے لئے اٹھیں اس لئے جہاد کو اسلام کی سب سے بڑی بلندی قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کو تمام مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے۔ تاکہ زمین پر حکومت صرف خدا کی چلے اور بندے صرف اسی کے مطیع ہوں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر اسلام کا کوئی شعبہ بھی دنیا میں قائم نہ ہو سکے گا۔ اور کوئی شخص کسی دوسرے دین کے ماتحت ہو کر اسلام پر پوری طرح عمل نہیں کر سکے گا۔ اس لئے قرآن مجید میں آتا ہے۔

"جاھِدُوا فی اللہ حقّ جِھادہ" (اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے) (۴۶)۔

اور یہ فرض قرار دیا گیا ہے فرمایا: "کُتِبَ عَلَیکُمُ القِتَالُ"

(قتال تم پر فرض ہے)(۴۷)۔

جہاد کی غرض وغایت اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ کے دین

کو دنیا پر غالب کر دیا جائے۔ اس جذبہ جہاد کے ذریعے مسلمان

مجاہدین نے بحر و بر میں، میدانوں اور پہاڑوں میں اور مقابلے پر

آنے والے بڑے بڑے لشکروں کے اندر گھس کر اپنی جانبازی کی

حیرت ناک مثالیں قائم کی ہیں:

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

جنہیں پڑھ کر اور جان کر آج بھی دشمن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

دشمن کو آج بھی اسلام کی تلوار کی جھنکار پریشان کر دیتی ہے اور وہ

اس جذبہ جہاد کو مسلمانوں کے اندر ختم کرنے کے منصوبے بنانے

لگ جاتا ہے۔ اس کے لئے ایسے ایسے جھوٹے نبی پیدا کرتا ہے جو

جہاد کے مخالف ہیں اور ان کے عقائد میں جہاد کا نام ونشان نہیں۔

حکیم الامت علامہ اقبال نے ایسے مذاہب کی طرف اشارہ کیا

وہ نبوت ہے مسلماں کے لئے برگ حشیش

حقیقت میں اسلام کا نظام عدل ایسا متوازن ہے کہ ذاتی زندگی میں عاجزی وانکساری توسکھاتا ہے مگر اجتماعی نظام زندگی میں قوّت وشوکت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بقیہ عبادات جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی ادائیگی میں حدود ہیں اور ایک مقدار ہے مگر جہاد میں کوئی حد اور مقدار مقرر نہیں۔ اسباب حرب کی تیاری، مجاہدین کی تیاری اور جہاد کی استواری ہمہ وقت اور ہمہ قسم ہے۔

دیگر عالمی مذاہب میں یہ بات نہیں، شنٹومت، کنفیوشس کی تعلیمات، بدھ مت کی تعلیمات، ہندومت کی تعلیمات، مسیحیت وغیرہ صرف ایک پہلو یعنی عاجزی وانکساری پر زور دیتے ہیں۔ ان کے پاس ظلم کا مقابلہ کرنے یا نیکی کو غالب کرنے کا کوئی وسیلہ نہیں۔ یہ صرف دین اسلام ہے جس نے توازن پیدا کیا اور عدل کے نظام کو غالب کرنے کا ایک ذریعہ بتایا۔

اسلام کے خلاف جتنی طاقتیں ہیں ان کو صرف اسلام کی تعلیم جہاد سے خوف ہے یہی وجہ ہے کہ بیسویں صدی کے اختتامی سالوں میں دنیا کی سب سے بڑی طاقت امریکہ کو اپنے ملک میں

ایک نابینا مسلمان عمر عبدالرحمن نہایت خطرناک نظر آتا ہے اور وہ اس سے اتنا خائف ہے کہ اسے جیل میں ڈالا ہوا ہے۔ اس طرح اُسامہ بن لادن صرف ایک غریب الوطن مجاہد ہے۔ امریکہ جو پوری دنیا پر ہر جگہ میزائیل برسا سکتا ہے اور ہر فرد کو زندہ یا مردہ گرفتار کر سکتا ہے، اس کے سر کی قیمت لاکھوں ڈالر مقرر کر رکھی ہے اور لاکھوں ڈالر ان کی گرفتاری یا ان کے قتل پر خرچ کر رہا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ۲۳ مارچ ۱۹۹۹ء تک اسامہ زندہ اور محفوظ ہے۔ اس مجاہد کے پاس امریکہ سے لڑنے کے لئے سب سے بڑی قوّت ایمان اور جہاد کا جذبہ ہے۔ امریکہ اسی قوّت سے لرزہ براندام ہے۔ اور اسی جذبہ جہاد کو ختم کرنے کے لئے نئے نئے نبی پیدا کئے جا رہے ہیں جس میں بہاء اللہ بھی شامل ہے۔

جہاد اور بہائیت

اوپر کی بحث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام میں جہاد کی اہمیت کیا ہے مگر بہائی جہاد کو حرام قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک کسی طرح سے جہاد کی تیاری اور جہاد کے سامان کی نقل و

حرکت جائز نہیں اس طرح سے مسلمانوں کو وہ کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ بہاء اللہ نے کہا:

"تم پر آلات حرب اٹھانا حرام ہیں(۴۸)۔

اسی طرح اس نے کہا ہے "ہم نے تم کو جنگ سے منع کیا ہے یہ کتاب میں ہے اور ظہور اعظم میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے"(۴۹)۔

اسی طرح سے اس نے کہا:

"ہتھیار اٹھانا جائز نہیں خواہ اپنی جان کی حفاظت کے لئے ہی ہو"(۵۰)

جیسا کہ پہلے ہم نے حوالے دیئے ہیں کہ اس نے کئی جگہ جہاد کو حرام قرار دیا ہے۔ مثلاً اس نے یہاں تک کہا کہ "کسی کو قتل کرنے سے خود قتل ہو جانا بہتر ہے(۵۱)۔

بہاء اللہ یہ تمام کاوشیں اس لئے کر رہا تھا کہ مسلمانوں کے دل سے جہاد کے جذبے کو ختم کر دے اور اس طرح مسلمان ہمیشہ غلامی کی زندگی پر قانع ہو جائیں اور استعمار کا ہمیشہ ہمیشہ غلبہ اور حکومت رہے اسی وجہ سے وہ حکمرانوں کی اطاعت کا سبق دیتا ہے

خواہ وہ مشرک ہوں یا کافر، چنانچہ وہ کہتا ہے:

"دنیا کے حکمران طاقت اور اقتدار الٰہی کا مظہر و منبع ہیں" (۵۲)۔

بہاء اللہ حکمرانوں پر تنقید ناجائز سمجھتا ہے اور ان کی بے چون و چرا اطاعت لازمی قرار دیتا ہے (۵۳)۔

حوالہ جات

١ - راغب اصفہانی، غرائب القرآن تحت المادہ

٢- سورۃ الحجرات، ٢

٣- سورۃ البقرہ: ١٥٤

٤- سورۃ البقرہ: ٢١٨

٥- سورۃ النساء: ٧٤

٦ - سورۃ النساء: ٩٥-٩٦

٧- سورۃ المائدۃ: ٣٥

٨- سورۃ الانفال: ٧٢-٧٤

٩ - سورۃ التوبہ: ١٩-٢٢

١٠ - سورۃ التوبہ: ٤١

١١ - سورۃ التوبہ: ٨٨-٨٩

١٢ - سورۃ التوبہ: ١١١

١٣ - سورۃ الصف: ٤

١٤ - سورۃ الصف: ١٠-١٣

۱۵- مسلم، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۱۳۳، باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل اللّٰہ کتاب الامارہ

البخاری، الجامع الصحیح، ج ۱، ص ۳۹۳، کتاب الجهاد باب من یجرح فی سبیل اللّٰہ (نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۹۶۱ء الطبع الثانی)

۱۶- بخاری، الجامع الصحیح، ج ۱، ص ۳۹۶، کتاب الجهاد، باب من قاتل لتکون کلمہ اللّٰہ ھی العلیاء

مسلم، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۱۳۹، کتاب الامارہ، باب من قاتل لتکون کلمہ اللّٰہ ھی العلیاء فی سبیل اللّٰہ

۱۷- الترمذی، السنن، ج ۲، ص ۱۰۰، ابواب الایمان، باب ما جاء فی حرمہ الصلاۃ۔

۱۸- احمد، المسند، ج ۵، ص ۲۶۶

۱۹- مسلم، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۱۳۹، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنہ للشھید۔

۲۰- ابو داؤد، السنن مع عون المعبود، ج ۱، ص ۵۴۲، کتاب الصلاۃ، باب فضل التطوع فی البیت

۲۱- النسائی، السنن، ج ۱، ص ۲۹۳، کتاب الزکاۃ، باب من یسال باللّٰہ ولایعطی بہ

مزید دیکھیں: الترمذی، السنن، ج ۱، ص ۲۳۵- ابواب الجہاد، باب ماجاء فی ای الناس خیر

۲۱-۱- ابو داؤد، السنن مع عون المعبود، ج ۲، ص ۳۱۸، کتاب الجہاد، باب کراھیہ ترک الغزو

دارمی، السنن، ج ۲، ص ۱۳۲، کتاب الجہاد، باب فی جہاد المشرکین باللسان والید

۲۲- دارمی، السنن، ج ۲، ص ۱۲۹، باب صفہ القتلیٰ

۲۳- البخاری، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۴۰۵، کتاب الجہاد، باب فضل رباط یوم فی سبیل اللّٰہ

مسلم، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۱۴۲، کتاب الامارہ، باب فضل الرباط فی سبیل اللّٰہ

۲۴- سورۃ حج، ۳۹-۴۰

۲۵- سورۃ النساء، ۷۵

۲۶- سورۃ البقرہ، ۱۹۰-۱۹۱

۲۷- سورۃ البقرۃ، ۱۹۳

۲۸- سورۃ التوبہ، ۱۶

۲۹- سورۃ التوبہ، ۱۴-۱۵

۳۰- سورۃ الانفال، ۱۰

۳۱- سورۃ البقرۃ، ۱۵۴

۳۲- سورۃ آل عمران، ۱۶۹

۳۳- احمد، المسند، ج ۳، ص ۲۰

مسلم، الجامع الصحیح، ج ۱، ص ۵۱، کتاب الایمان، باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان

۳۴- سورۃ البقرۃ، ۲۵۶

۳۵- سورۃ الصف، ۹

۳۶- البخاری، الجامع الصحیح، ج ۱، ص ۳۹۴، کتاب الجہاد، باب من قاتل لتکون کلمہ اللہ ہی العلیاء

۳۷- مسلم، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۱۲۸- کتاب الامارۃ، باب وجوب ملازمہ جماعہ المسلمین عند ظہور الفتن

۳۸- البخاری، الجامع الصحیح، ج ۱، ص ۳۹۴

۳۹- ایضاً (مختصر)

۴۰- احمد، مسند، ج ۵، ص ۳۱۵

۴۱- سورۃ التوبہ، ۳۹

۴۲- احمد، المسند، ج ۲، ص ۳۷۴

النسائی، السنن، ج ۲، ص ۷۴، کتاب الجہاد، باب التشدید فی ترک الجہاد

۴۳- ابو داؤد، السنن مع عون المعبود، ج ۲، ص ۳۱۸، کتاب الجہاد، باب کراھیہ ترک الغزو۔

۴۴- الترمذی، السنن، ج ۱، ص ۲۳۶، کتاب الجہاد، باب ای الاعمال افضل

دیکھیں: ابن ماجہ، السنن مع شرح مفتاح الحاجہ، ص ۲۰۳، ابواب الجہاد، باب التغلیظ فی ترک الجہاد

۴۵- احمد، المسند، ج ۵، ص ۲۷۸

۴۶- سورۃ الحج، ۷۸

۴۷- سورۃ البقرہ، ۲۴۶

۴۸- مازندرانی، الاقدس فقرہ ۳۸۳

۴۹- لاسلمت بہائی، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۱۲۳

۵۰- ایضاً، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۱۶۹

۵۱- ایضاً، بہاء اللہ والعصر الجدید، ص ۱۶۹

۵۲- ایضاً، بہاء اللہ وعصر الجدید، ص ۱۶۸ - ۱۶۹

۵۳- ایضاً، بہاء اللہ وعصر الجدید، ص ۱۶۸

باب نہم

اسلام ایک مکمل نظامِ حیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ان الدین عند اللّٰہ الاسلام" (۱)

(بلاشبہ دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے)

اسلام کسی ایسے مذہب کا نام نہیں جو صرف انسان کی نجی اور انفرادی زندگی کی اصلاح کا داعی ہو اور جس کا کل سرمایہ کچھ عبادات، چند اذکار اور مٹھی بھر رسوم پر مشتمل ہو بلکہ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو خدا اور اس کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی روشنی میں زندگی کے تمام شعبوں کی تعمیر اور صورت گری کرتا ہے۔ اور زندگی کے ہر پہلو کو ہدایت الٰہی کے نور سے منوّر کرتا ہے۔ خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، معاشرتی ہو یا تمدنی، مادی ہو یا روحانی، معاشی ہو یا سیاسی اور ملکی ہو یا بین الاقوامی۔ اسلام

کی اصل دعوت یہ ہے کہ خدا کی زمین پر خدا کا قانون جاری و ساری ہو۔ اور دل کی دنیا سے لے کر تہذیب و تمدن کے ہر گوشے تک خالق حقیقی کی مرضی پوری ہو۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس کے بارے میں قرآن میں کئی آیات ہیں۔

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً"(۲)

"آج ہم نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا"

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ(۳)"

(اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا اس سے وہ دین ہرگز قبول نہ کیا جائے گا)

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اور انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس

کے بارے میں ہمیں اسلام نے تعلیمات نہ دی ہوں یا اس کے بارے میں قوانین وضع نہ کئے ہوں اسلام جہاں عبادات کے متعلق بتاتا ہے وہاں معاملات کے متعلق بھی بتاتا ہے۔ معیشت کے سلسلے میں قوانین دیتا ہے عدالت، حکومت اور جنگ کے بارے میں قوانین دیتا ہے۔ ملکی قوانین اور گھریلو زندگی کے متعلق قوانین دیتا ہے۔ رشتہ داروں کے ساتھ معاملات کے بارے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ غیر قوموں کے ساتھ تعلقات کے متعلق بتاتا ہے۔ اسلام زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں مفصّل پروگرام پیش کرتا ہے۔

دور جدید کی سب سے بڑی ضرورت کو اسلام پورا کر سکتا ہے بلکہ صرف اسلام ہی پورا کر سکتا ہے اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ایک طرف زندگی کے مسائل کا ایسا معقول اور سائنٹفک حل پیش کرتا ہے جو فکر و نظر کی ہر الجھن کو دور اور ہر عقدے کو حل کر دیتا ہے اور دوسری طرف تہذیبی اور تمدنی زندگی کے لئے ایک مفصّل لائحہ عمل دیتا ہے جو انسانی معاشرے کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ہے اور صحت مند بنیادوں پر اس کے

مستقبل کے ارتقاء کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ اسلام پوری قوت کے ساتھ زندگی کی روحانی حقیقت کا اظہار کرتا ہے اور مادی وسائل کو اخلاقی مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کرتا ہے وہ نہ دوسرے مذاہب کی طرح مادی زندگی سے صرف نظر کرتا ہے اور نہ دور جدید کی مادیت کی طرح مادی پہلو کو ہر دوسرے پہلو پر حاوی اور غالب کرتا ہے وہ انسان میں یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز تیرے لئے ہے اور تو خدا کے لئے ہے۔

الغرض اسلام جہاں انسان کو عبادات کے بارے میں بتاتا ہے وہاں انسان کو یہ بھی بتاتا ہے کہ معیشت کے کیا اصول ہیں۔ سیاست کے کیا ضابطے ہیں اور معاشرے میں رہنے کے لئے اخلاقی اور معاشرتی اصول کیا ہیں۔

اسلام کا اخلاقی نظام

اسلام نے انسان کو ایک جامع اور نہایت ہی مؤثر اخلاقی نظام سے سرفراز کیا ہے اور یہ کہنا بالکل بجا ہو گا۔ کہ اسلام کے مکمل ضابطہ حیات کی بنا ہی دراصل اس کے ضابطہ اخلاق پر ہے اور اسلام

کے تمام تر شعبہ جات کی اصل روح اخلاقیات ہی ہے۔

اسلام نے جو اخلاق عالیہ عطا کئے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

صدق:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"یایھا الذین امنوا اتّقوا اللّٰہ وکونوا مع الصّادقین"(۴)

(اے ایمان والو: خدا سے ڈرتے رہو اور راست بازوں کے ساتھ رہو)

عفوودرگزر:

"وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا فانّ اللّٰہ غفور رّحیم"(۵)

(اور اگر معاف کردو اور درگزر کرو اور بخش دو تو خدا بھی بخشنے والا مہربان ہے)

عدل وانصاف:

"یایھا الّذین امنوا کونوا قوّامین للّٰہ شھداء بالقسط ولا یجرمنّکم شنان قوم علی الاّ تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتّقوی"(٦)

(اے ایمان والو اللہ کے لئے حق پر قائم ہو جاؤ اور راستی و انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ کسی قوم کی عداوت تم کو خلاف عدل پر آمادہ نہ کرے۔ عدل کرو جو تقویٰ کے زیادہ قریب ہے)۔

صبر:

"واستعینوا بالصّبر والصّلوٰۃ انّ اللّٰہ مع الصّابرین"(٧)

(اور صبر اور نماز کے ساتھ اللہ کی مدد حاصل کرو۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

اخوت:

"انّما المؤمنون اخوۃ"(٨)

"یقیناً اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں"

تکریم انسانیت:

"ولقد کرّمنا بنی آدم وحملنھم فی البرّ و البحر و رزقناھم من الطّیّبت وفضلنھم علی کثیرٍ ممّن خلقنا تفضیلاً"(٩)

(اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو خشکی اور تری

کی سواری دی اور بہت سی مخلوق پر فضیلت دی)

مساوات انسانی:

"یایھا النّاس انّا خلقناکُم من ذکرٍ وّ انثی وجعلنکم شعوباً وّ قبائل لتعارفوا انّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم"(۱۰)

(لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو پرہیز گار ہے)

مندرجہ بالا اقدار کے علاوہ امانت، وعدہ وفائی، والدین کے ساتھ حسن سلوک، سادگی، رزق حلال، احسان، اور تقویٰ وغیرہ اخلاق حمیدہ کی نمایاں مثالیں ہیں۔

اخلاق حمیدہ اس وقت مکمل ہوتے ہیں جب کچھ رذائل سے اجتناب کیا جائے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- "واجتنبوا قول الزّور"(۱۱)

(اور جھوٹی بات سے بچتے رہو)

۲- ولا تحسبنّ اللّٰہ غافلاً عمّا یعمل

الظالمون"(۱۲)

(اے نبی یہ نہ سمجھئے کہ خدا ظالموں کے عمل سے غافل ہے)

۳۔ "انّ العهد كان مسئولا"(۱۳)

(بے شک وعدہ کی باز پرس ہو گی)

۴۔ ولا يغتب بعضُكُم بعضاً(۱۴)

(اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو)

۵۔ "واقيموا الوزن بالقسط ولا تخسرُوا الميزان"(۱۵)

(اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو)

مندرجہ بالا اقدار کے علاوہ رزق حرام، شراب، سود، رشوت، قمار بازی، بخل، بدگمانی، تکبر، اسراف، حرص، بے حیائی اور فحش گوئی وغیرہ اخلاق ذمیمہ کی مثالیں ہیں۔

اسلام کا سیاسی نظام

اسلام کے ضابطہ حیات میں اس کے سیاسی نظام کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ ریاستی یا حکومتی ادارہ انسانی زندگی میں بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ چونکہ دور جدید میں ریاست اور حکومت کا تصوّر محض امن و امان قائم کرنے اور فتنہ و فساد کے سدّباب تک

محدود نہیں ہے۔ بلکہ ریاست و حکومت مثبت طور پر افراد مملکت کی شخصیات کی تعمیر اور ان کے جملہ پہلوؤں کی تشکیل میں زبردست کردار سرانجام دیتی ہے۔ ریاست و حکومت کے حوالہ سے جس قسم کا ماحول فراہم کیا جائے گا۔ اور مختلف امور کو جس انداز میں اختیار کیا جائے گا۔ انسانی شخصیت انہی سانچوں میں ڈھلتی چلی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ اقتدار اور غلبہ کے لئے دعا گو نظر آتے ہیں۔ تاکہ اس اقتدار کی قوت سے معاشرہ کی برائیوں کو ختم کیا جاسکے۔

"واجعل لی من لّدنک سلطناً نصیراً"(١٦)

(اے میرے رب اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا)

ایک دوسری جگہ قرآن کریم نے حکم دیا کہ تم عدل و احسان کرو۔

"انّ اللّٰه یامرُ بالعدل والاحسان"

(بے شک اللہ عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے)(١٧)

مذکورہ عدل کا قیام اقتدار کے بغیر ممکن نہیں۔ مسلمان حکمران کی یہ خوبی بھی بتلائی کہ:

" الّذینَ ان مّکنّاھم فی الارض اقاموا

الصلّوٰة واتوا الزّکوٰة وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللّٰه عاقبة الامور(۱۸)"

(وہ ایسے (حکمران) لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں جما دیں تو وہ نماز کھڑی کریں اور زکوٰۃ دیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور ہر کام کا انجام اللّٰہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے)۔

ان تمام آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کے غلبہ اور تعلیمات اسلام کے نفاذ کے لئے اقتدار کی ضرورت ہے۔

آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت کا سب سے بڑا اہم مقصد حکومت الٰہیہ کا قیام ہے۔ تاکہ باطل نظام ہائے حیات کو ختم کیا جا سکے۔ اور اللہ کی حاکمیت کو قائم کیا جائے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

"ھو الّذی ارسل رسوله بالھدی ودین الحقّ لیظھره علی الدّین کلّه"(۱۹)

(خدا وہ ہے جس نے اپنا رسول بھیجا جس کو ہدایت فراہم کی گئی اور سچّا دین (ضابطہ حیات) تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے)۔

اسلامی ریاست کی خصوصیات

اسلامی ریاست ایک اصولی ریاست ہے جس کی بنیاد وحی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین ہیں۔ اسلامی ریاست کی مندرجہ ذیل نمایاں خصوصیات ہیں:

۱ - حاکمیت الٰہیہ کا قیام:

اسلام کے نظام سیاست کا یہ بنیادی اور انقلابی اصول ہے کہ وہ انسان پر سے انسان کی حاکمیت کو ختم کر دیتا ہے اور تمام انسانوں کو ان کے حقیقی خالق اور مالک کی حاکمیت کے اختیار کا حکم دیتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

"ان الحکم الاّ للّٰہ"(۲۰)

(حاکمیت تو صرف اللہ کے لئے ہے)

"لم یکن لّہ شریک فی الملک"(۲۱)

(بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں)

"الا لہ الخلق والامر"(۲۲)

(خبردار خلق اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا ہے)

"ومن لم یحکُم بِمَا انزل اللّٰه فاولئک هم الکافرون(۲۳)

"اور جو لوگ اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں"

مندرجہ بالا آیات سے یہ امر واضح ہے کہ حقیقی اور قانونی حاکمیت صرف اللہ ہی کی ذات اقدس کو زیبا ہے۔

اقتدار اعلیٰ کے لوازمات یا ضروری تقاضے وحدت اقتدار، بالادستی، آزادی یہ تمام خصوصیات صرف اور صرف خدا کی ذات میں ہی ہیں۔ اس لئے خداوند تعالیٰ ہی اس کائنات کے حقیقی معنوں میں حاکم ہیں۔

۲- مقام رسالت:

انبیاء کرام خداوند تعالیٰ کی سیاسی اور قانونی حاکمیت کے مظہر ہوا کرتے ہیں اس لئے رسول کے حکم کی اطاعت ان کے طریقہ کی پیروی اور ان کے فیصلوں کو بلاچوں و چرا تسلیم کرنا ہر اس فرد اور ریاست پر لازم ہے۔ جو اللہ کی اس حاکمیت کو تسلیم کرتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"من یّطع الرّسُول فقد اطاع اللّٰہ"(۲۴)

(جس نے رسول کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی)

"وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ"(۲۵)

(ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے، اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم کی بناء پر اس کی اطاعت کی جائے)

"وما اتکم الرّسُول فخذوہ وما نھکُم عنہ فانتھوا"(۲۶)

"اور جو کچھ رسول تم کو دیں اسے لے لو! اور جس سے تم کو روک دیں اس سے رک جاؤ"

۳۔ تصوّر خلافت

اسلامی ریاست میں جو طرز حکومت رائج ہو گا۔ اسے خلافت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"وعد اللّٰہ الّذین امنوا منکُم وعملوا

الصّالحات لیستخلفنّہُم فِی الارض کمَا استخلفَ الّذِین من قبلهم" (٢٧)

(اللہ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں۔ اور نیک عمل کئے ہیں کہ وہ ضرور ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسے اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا)۔

خلافت سے مراد یہ ہے کہ چونکہ اصل حاکمیت، اسلامی ریاست میں اللہ تعالیٰ کو ہوا کرتی ہے۔ اس لئے اسلامی ریاست دراصل خدا اور رسول کے نائب کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے)۔

۴۔ اصول مشاورت

اسلامی ریاست اپنی روح کے اعتبار سے ایک شورائی حکومت ہے جس میں مسلمان اپنے معاملات باہمی مشاورت سے طے کرتے ہیں۔

"وامرهم شوریٰ بینهم" (٢٨)

"اور ان کے معاملات آپس کے مشورے سے طے ہوتے

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ تمام معاملات مشورہ سے طے کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشورہ کرنے کا حکم صادر فرمایا گیا ہے۔

"وشاورھم فی الامر"(۲۹)

(اے نبی! کاموں کے سلسلہ میں ان سے مشورہ کیجیئے)

اسلامی ریاست میں اصل حاکمیت عوام یا پارلیمنٹ کی بجائے خداوند تعالیٰ کی ذات بابرکات کے پاس ہوتی ہے۔

۵- حکومت کا مقصد

اللہ تعالیٰ اسلامی ریاست و حکومت کے اہداف اور مقاصد کو واضح کرنے کے لئے ارشاد فرماتے ہیں۔

"الّذین ان مّکّنھم فی الارض اقاموا الصلوٰة واتوا الزّکوٰة وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر"(۳۰)

(یہ مسلمان وہ لوگ ہیں جن کو اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں گے تو وہ نماز قائم کریں گے۔ زکوٰۃ کا بندوبست کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے)

اس آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہے۔ کہ کافر حکومتوں کی طرح صرف امن و امان قائم رکھنا یا سرحدوں کی حفاظت کرنا ہی اسلامی ریاست کا مقصد نہیں بلکہ اس کا اوّلین فریضہ نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کرنا اور برائیوں کا سدّباب کرنا ہے۔

۶ - اصول اطاعت

قرآن کے نقطہ نظر سے نظام خلافت کو چلانے کے لئے جو اولی الامر یعنی حکومت قائم ہو گی۔ ریاست کے افراد کی ذمہ داری ہے کہ اس کی اطاعت کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یایها الذین امنوا اطیعوا اللّٰه واطیعوا الرّسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیئٍ فردّوه الی اللّٰه والرّسُول"(۳۱)

(اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اطاعت کرو اللّٰہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کو جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر اگر کسی معاملہ میں تمہارے درمیان نزاع ہو تو اسے اللّٰہ اور

رسول کی طرف پھیرو)

۷- قیام عدل

اسلامی ریاست کا یہ بنیادی فریضہ ہے کہ وہ معاشرہ میں عدل کو قائم کرے۔ عدل و انصاف کا قیام اسلامی ریاست کا طرہ امتیاز ہوا کرتا ہے۔

"ان اللّٰہ یامرکم بالعدل والاحسان"(۳۲)

(بے شک اللہ تمہیں عدل اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے)

۸- فلاح عامہ

افراد ریاست کی اجتماعی فلاح اور معاشی کفالت بھی اسلامی ریاست کا بنیادی اصول ہے۔

"وفی اموالھم حقّ للسّائل والمحروم"(۳۳)

(ان کے مالوں میں سے حق ہے، مدد مانگنے والوں کے لئے اور رزق سے محروم رہ جانے والوں کے لئے)

ہم دیکھتے ہیں کہ خلفاء راشدین کے دور میں اسلامی ریاست اسقدر فلاحی تھی اور انسان کی تمام بنیادی ضروریات کا جس احسن

انداز میں بندوبست اس حکومت نے کیا تھا۔ اس کی نظیر آج تک

دنیا فراہم کرنے سے قاصر ہے۔

اسلام کے معاشی اصول

آج کی دنیا میں معاشیات کی اہمیت ناقابل انکار ہے یہ

اہمیت صرف اس احساس کی پیداوار نہیں ہے کہ ایک فرد کے

لئے معاشی آزادی ضروری ہے بلکہ معاشرے میں معاشی انصاف

کے بغیر سکون، سلامتی اور یک جہتی کا حصول ناممکن رہتا ہے اور

قوموں کے لئے معاشی استحکام کے بغیر سیاسی آزادی کو بھی برقرار

رکھنا محال ہو جاتا ہے۔

اسلام جو معاشی نظام پیش کرتا ہے وہ مختصراً مندرجہ ذیل

اصولوں پر مشتمل ہے:

۱ - معاشیات اور اخلاق و مذہب:

اسلام فرد اور جماعت دونوں کے ذہن سے اس باطل

نظریے کو ختم کرتا ہے کہ اخلاق اور مذہب کا تعلق معاشی زندگی سے

[illegible]

میں معیشت اور اخلاق کا تعلق بیان کرتا ہے:

یایها الّذین امنوا اذا نودی للصلّوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللّه وذروا البیع ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون فاذا قضیت الصلّوٰة فانتشروا فی الارص وابتغوا من فضل اللّه واذکرو اللّه کثیراً لّعلّکم تفلحون(۳۴)

"مسلمانو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو تم اللّہ کی یاد کی طرف دوڑو! اور لین دین چھوڑ دو۔ اگر تم جانتے ہو تو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ پھر جب نماز ختم ہو جائے تو تم زمین پر پھیل جاؤ اور اللّہ کا فضل تلاش کرو اور اللّہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ"

قرآن پاک میں متعدد مقامات پر معاش کو "فضل اللّہ" کہا گیا ہے اور اس سے ذہن میں یہ بات ڈالی گئی ہے کہ یہ سب خدا کی عنایت سے ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ معاشی زندگی کو بھی انسان اس طرح خدا کی حدود کا پابند بنائے جس طرح باقی تمام زندگی کو، اور ان مقاصد کی تحصیل کے لئے استعمال کرے جو انفرادی اور

اجتماعی زندگی کے لئے اسلام نے مقرر کئے ہیں۔ مسلمان اپنی معاشی زندگی میں بھی حدود اللہ کے پابند ہوتے ہیں اور ان اخلاقی ضابطوں کا احترام کرتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے وضع کئے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ:

"رجال لاّ تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر اللّه" (٣٥)

(وہ لوگ جنہیں خرید و فروخت اور تجارت خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی)(۳۵)

۲- معاشی جدوجہد اور اس کا مقصد:

اسلام نے ساری زمین بلکہ پوری کائنات کو انسان کے لئے میدان عمل قرار دیا ہے اور انسان کو ترغیب دی ہے کہ وہ اپنی معاش کے حصول اور خلق خدا کی خدمت کے لئے زیادہ سے زیادہ جدوجہد کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"ولقد مكنّكم في الارض و جعلنالكم

فیھا معایش(٣٦)

"اور بے شک ہم ہی نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور اس میں تمہارے لئے سامان معاش پیدا کئے"

"الم ترو انّ اللّٰہ سخّر لکم مّا فی السّموات وما فی الارض واسبغ علیکم نعمۃ ظاھرۃ وباطنۃ(٣٧)

(کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے جو کچھ زمین میں ہے اسے تمہارے لئے مسخّر کر دیا ہے اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں)۔

بے عملی، بے روزگاری اور گداگری کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے اور اس پر سخت وعید سنائی گئی ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ تمہیں بھیک مانگنے سے پرہیز کرنا چاہیئے اور کسی سے سوال نہ کرنا چاہیئے کیونکہ یہ سوال کرنے والے کے لئے ذلت کا سبب ہے اور اللہ کو سخت ناپسند ہے۔

عبداللہ بن عمر راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "جو آدمی لوگوں سے مانگتا ہے وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا" (٣٨)۔

ایک اور حدیث میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لئے کام کرنا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ قیامت کے دن تم اپنے چہرے پر سوال کا داغ لئے ہوئے آؤ (۳۹)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ "رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے" (۴۰)

اور قرآن پاک میں اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے:

"ولا تنس نصیبک من الدّنیا" (۴۱)

"اور دنیا سے اپنا حصّہ لینا نہ بھولو"

اسی طرح جب رسول کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ وہ کون سا غنا ہے کہ آدمی سوال نہ کرے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "کہ جس کے پاس صبح اور شام کا کھانا ہو (۴۲)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بُلا کر یہ ضمانت لی کہ میں کسی سے سوال نہ کروں۔ میں نے اس کا اقرار کیا تو آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارا کوڑا بھی گر پڑے تو سواری سے اُتر کر اس کو خود اٹھا لو" (۴۳)

۴۳- حلال و حرام کی تمیز:

اسلام پیداوار کے اضافے اور معیشت کے ہمہ جہتی فروغ کی پالیسی اختیار کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی شرط بھی لگاتا ہے کہ آمدنی جائز ذرائع سے حاصل کی جائے گی۔ قرآن و حدیث میں رزق حلال کی جتنی اہمیت بیان کی گئی ہے وہ اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ اسلام کے معاشی نظام میں صرف جائز اور حلال رزق کے لئے کوششیں ہوں گی اور ان تمام ذرائع کا انسداد کیا جائے گا جو حرام ہیں اور جن کو شریعت ناروا اور ناجائز قرار دیتی ہے۔

"یایھا النّاس کلوا ممّا فی الارض حلالاً طیّباً(۴۴)

(لوگو! جو چیزیں زمین میں موجود ہیں۔ ان میں سے حلال اور پاک چیزیں کھاؤ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة"

"حلال روزی کمانا فرائض کے بعد فرض ہے" (۴۵)

"حلال روزی کے بارے میں ارشاد ربّانی ہے:

"کلُوا من الطیّبات واعملوا صالحا(۴۶)"

(حلال و پاکیزہ رزق کھاؤ اور نیک عمل کرو)

اور حرام سے کمائی ہوئی روزی کے متعلق فرمایا:

"حرام روزی سے پرورش پایا ہوا گوشت اس کا زیادہ مستحق ہے کہ آگ میں ڈالا جائے" (۴۷)

۴- حرمت سود:

اسلام کے بنیادی معاشی اصولوں میں سے ایک حرمت سود ہے۔ جو معاشی ظلم کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

قرآن پاک میں ہے:

"یایها الّذین امنوا لاَ تاکُلوا الرّبوٰا اضعافاً مضعفةً واتّقُوا اللّه لعلّکم تُفلِحون" (۴۸)

(اے ایمان والو! سود کے کئی کئی حصے بڑھا چڑھا کر نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاجاؤ)

ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ ! نے سود کھانے والے پر، سود کا کاغذ لکھنے والے پر اور سود کے گواہوں پر لعنت بھیجی ہے اور ان سب کو برابر قرار دیا ہے۔

۵- تجارتی اخلاقیات کا ضابطہ:

اسلام نے تجارتی اخلاق کا ایک ضابطہ پیش کیا ہے تاکہ اہل تجارت اس کا اتباع کریں۔ یہ ضابطہ اخلاق تجارتی لین دین میں دیانتداری اور خدا ترسی کے جذبات کو فروغ دیتا ہے۔ تجارت کے معاملات میں قرآن کی اصولی ہدایت یہ ہے۔

"یایھا الّذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الاّ ان تکون تجارةً عن تراضٍ منّکُم(۴۹)"

(اے ایمان والو! اپنے اموال کو آپس میں باطل کی راہ سے نہ کھاؤ بلکہ باہمی رضامندی کے ساتھ تجارت کی راہ سے نفع حاصل کرو)

۶- اسراف کی بندش:

طلب حلال کے ساتھ ساتھ اسلام انسان کو جائز مصارف پر دولت خرچ کرنے کی ترغیب بھی دیتا ہے لیکن اسراف سے روکتا ہے اس وجہ سے دولت کا بے جا استعمال اور اس کا ضیاع رک جاتا ہے اور وہ تعمیری اور پیداواری مقاصد میں استعمال ہونے لگتی

ہے۔

"كُلُوا واشربُوا ولاَ تُسرفوا"(۵۰)

(کھاؤ اور پیو مگر اسراف نہ کرو)

اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو جائز ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے محنت کرتا ہے وہ اللہ کی راہ میں کام کرتا ہے اور جو محض آن بان دکھانے کے لئے دولت کماتا ہے وہ شیطان کی راہ میں کام کرتا ہے۔

۷- ارتکاز دولت کی ممانعت:

پھر اسلام نے دولت کے ارتکاز (ایک یا چند مقامات پر اس کا جمع ہونا) کو بھی پسند نہیں کیا ہے اور اس بات کا انتظام کیا ہے کہ مختلف معاشرتی، اداراتی، قانونی اور اخلاقی تدابیر سے دولت کی تقسیم زیادہ سے زیادہ منصفانہ ہو اور پورے معاشرے میں گردش کرے۔

"کی لا یکون دُولة بین الاغنیاء منکم"(۵۱)

(ایسا نہ ہو کہ یہ (مال) تمہارے دولتمندوں ہی میں گردش کرتا رہے)

زکوٰۃ نہ دینے والوں کے بارے میں حدیث میں آیا ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے جس کو مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن اس کے مال کو ایک گنجے سانپ کی صورت میں ظاہر کریں گے۔ جس کی آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نکتے ہوں گے۔ یہ سانپ اس کے گلے کا ہار بنایا جائے گا اور اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں اور میں تیرا خزانہ ہوں (۵۲)

عدل اجتماعی کی ضمانت:

اسلام ریاست کے معاشی وظائف کا بھی ایک تصوّر پیش کرتا ہے اور سماجی فلاح اور معاشی انصاف کے قیام کو اس کی اوّلین ذمہ داری قرار دیتا ہے۔ زکوٰۃ سماجی فلاح کی ایک سکیم ہے۔ جس کے نظام کو ریاست کے ہاتھوں قائم کیا جاتا ہے۔ معاشی قانون سازی اور عدلیہ کی طاقتوں کے ذریعہ عدل اجتماعی قائم کرتی ہے۔ ناداروں اور محتاجوں کی مدد ریاست کا فرض ہے اور یہ بھی اس کی ذمہ داری ہے کہ تمام شہریوں کو ان کی بنیادی ضرورتیں فراہم کرے۔

السلطان ولی من لاولی لہ:
حکومت ہر اس شخص کی ولی (دست گیر و مدد گار) ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے "من ترک کلا فالینا" (۵۴) یعنی جس مرنے والے نے ذمہ داریوں کا کوئی بار (مثلاً قرض یا بے سہارا کنبہ) چھوڑا ہو وہ ہمارے ذمے ہے۔

حضرت عمرؓ نے اس کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

"خدا کی قسم! اگر میں زندہ رہا تو پہاڑیوں میں جو چرواہا اپنی بکریاں چراتا ہے اس کو مال میں سے حصّہ پہنچے گا اور اس کے لئے اس کو کوئی زحمت اٹھانا نہیں پڑے گی"

یہ بھی فرمایا:

"خدا کی قسم اگر اہل عراق کی بیواؤں کی خدمت کے لئے زندہ رہ گیا تو ان کو اس حال میں چھوڑ جاؤں گا کہ میرے بعد ان کو کسی اور کی احتیاج باقی نہ رہے گی" اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ان کو ہدایت فرمائی کہ لوگوں کو توحید و رسالت کی گواہی کی طرف دعوت

دینا۔ پانچ نمازوں کی فرضیت کا بتانا اور جب ان باتوں کو تسلیم کر لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے غنی لوگوں سے لے کر ان کے فقرا کو دی جائے(۵۴)

اس پر عمل کس طرح سے ہوا ملاحظہ کیجیئے:

حضرت ابو جُحیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا زکوٰۃ وصول کرنے والا عامل آیا اس نے غنی لوگوں سے زکوٰۃ لی اور غریب لوگوں میں تقسیم کی۔ میں یتیم لڑکا تھا انہوں نے مجھے ایک اونٹنی دی (۵۵)۔

حضرت علیؓ نے اس بات کو اس طرح واضح کیا ہے:

''اللہ تعالیٰ! نے دولت مند لوگوں پر ان کے اموال میں اتنی مقدار مقرر کی ہے جو غربا کے لئے کافی ہو سکے۔ اس کے باوجود اگر وہ بھوکے، ننگے اور تنگ دست ہوں تو یہ صرف دولت مندوں کی عدم توجہی اور بخل کی وجہ سے ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ضروری قرار دیا ہے کہ ان امرا سے قیامت کے دن محاسبہ کرے گا''۔

زکوٰۃ کی حکمتوں میں ایک اہم حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ

اس سے غریبوں کی کفالت ہو سکے اور دولت گردش میں رہے۔

"الزکوٰۃ حق الجماعۃ فی عنق الفرد(٥٦)"

(زکوٰۃ فرد کی آزادی کے سلسلہ میں جماعت پر فرض ہے)۔

ان احکام کے مطابق جو نظام قائم ہوتا ہے اس میں زمین اپنے خزانے اگل دیتی ہے اور آسمان اپنی نعمتوں سے بارش کرنے لگتا ہے اور افلاس و تنگ دستی ختم ہو جاتی ہے۔

جیسا کہ خود رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

" ولو انّ اہل القریٰ آمنوا واتّقوا لفتحنا علیہم برکتٍ من السماء والارض (٥٧)"

(اگر بستیوں والے ایمان نے لے آئے ہوتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم آسمان اور زمین سے ان پر برکتیں نازل کرتے)

یہ ہے اسلام کا معاشی نظام اور درحقیقت انسانیت کی نجات انہیں اصولوں میں مضمر ہے اس کی اصل خصوصیت یہ ہے کہ اس کا مرکزی تصور انسان اور اس کی معاشی اور اخلاقی فلاح ہے۔ وہ معاشی ترقی کو اعلیٰ ترین مدارج تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ سماجی انصاف، آزادی اور اخلاقی ترقی کو اوّلین اہمیت دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے اس کا معاشی نظام سرمایہ داری اور اشتراکیت

دونوں سے اپنے مقصد اپنے مزاج اور اپنے اصولوں کے اعتبار سے
مختلف ہے اور ہر حیثیت سے ان سے اعلیٰ اور برتر ہے۔

اسلام کا معاشرتی نظام

اسلام اپنا ایک مضبوط اور پائیدار نظام معاشرت رکھتا ہے۔

اسلام ہر فرد کی جداگانہ حیثیت اور شخصیت کا قائل ہے وہ انسان کو محض نظام اجتماعی کا ایک بے جان اور معطل پرزہ یا ماحول کا ایک پرتو محض نہیں سمجھتا بلکہ اسے معاشرے کا انتہائی اہم جزو اور اصل تاریخ ساز قرار دیتا ہے وہ تو اس میں یہ احساس بیدار کرتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کا ذمّہ دار اور اپنی پوری زندگی کے لئے خدا کے سامنے جواب دہ ہے خدا کے سامنے ہر فرد کی ذمّہ داری انفرادی ہے اور اس طرح خود معاشرے میں بھی ہر فرد کی شخصیت کے تحفّظ اور نشوو ارتقاء کا پورا پورا موقع ہونا چاہیئے۔

"من عمل صالحاً فلنفسه ومن اساء فعليها" (٥٨)

(جس کسی نے نیک کام کیا تو اپنے لئے کیا اور جس کسی نے برائی کی تو خود اس کے آگے آئے گی)۔

ایک حدیث میں انسان کی زندگی کو اس طرح ذمّہ دار بنایا گیا

"کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ"(٥٩)

(تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک ذمّہ دار سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں باز پرس ہو گی)

اور اس احساس ذمّہ داری کے پیدا کرنے کے بعد دوسری طرف ضرورت اس امر کی ہے کہ بندے کا ایمان خدا اور رسول ﷺ اور آخرت پر تازہ کیا جائے۔ بس اس سلسلے میں علم دین سے واقفیت سب سے اہم ہے چنانچہ اسلام حصول علم کو بڑی اہمیت دیتا ہے حضور ﷺ کو تو یہ دعا مستقل طور پر سکھائی گئی۔

"وقل ربّ زدنی علماً"(٦٠)

(میرے علم میں زیادتی فرما)

اور خود حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ

"طلب العلم فریضة علی کل مسلم(٦١)

(علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)

اس طرح سے علم فرائض کے سیکھنے کے بارے میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو رسول کریم ﷺ نے فرمایا "کہ علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ(٦٢)۔

علم دین کا ایک بڑا مقصد عملی زندگی کی اصلاح ہے اس لئے اسلام ہر فرد میں جذبہ عمل بیدار کرتا ہے اور سعی و جدّوجہد کی اہمیت اس کے ذہن پر نقش کرتا ہے۔

"وان لّیس للانسان الاّ ما سعی"(٦٣)
(انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"جو کوشش کرے گا اس کو اس کی کوشش کا پھل ملے گا(٦٤)

جذبہ عمل کو بیدار کر کے اسلام فرد میں یہ احساس بھی پیدا کرتا ہے جو ایمان کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ اچھے اعمال کرے کیونکہ وہ ایمان جس کے نتیجے میں اچھے اعمال رونما نہ ہوں اس بیج کی طرح ہے جو بار آور نہ ہوسکے۔

اسلام کی نظر میں چونکہ امت مسلمہ کی حیثیت "امہ وسط" اور "خیر امت" کی ہے اور اس لئے وہ ہر فرد پر یہ ذمّہ داری عائد کرتا ہے کہ وہ اقامت دین کی جدوجہد کرے اور اپنی زندگی کو دنیا کمانے کی بجائے دین کو قائم کرنے کے لئے وقف کردے اور اس راہ میں

جس قربانی کی ضرورت پڑے بالکل دریغ نہ کرے۔

نظام معاشرت کی بنیادیں

۱ - مساوات:

اسلامی معاشرے کی سب سے پہلی اور سب سے اہم خصوصیت اور اس کا سنگ بنیاد یہ ہے کہ سب انسان ایک نسل ہیں پوری انسانیت آدم علیہ السلام کی اولاد ہے۔ رنگ، زبان، نسل، قبیلہ، برادری، ملک اور قوم کی فطری تقسیم باہمی تعارف کے لئے ہے لیکن ان اختلافات کی وجہ سے تعصّب یا تفریق یا امتیاز اور اونچ نیچ پیدا کرنا غلط ہے کیوں کہ اسلام مساوات انسانی اور وحدت انسانی کی بنیاد پر اپنے تمام معاشرتی تعلقات استوار کرتا ہے قرآن پاک میں ہے:

"یایها النّاس انّا خلقنکمُ مِن ذکرٍ وّانثی وجعلنکم شعوباً وّ قبائل لتعارفوا انّ اکرمکُم عند اللّه اتقاکم"(٦٥)

(لوگو! اپنے رب سے ڈرو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک

عورت سے پیدا کیا پھر تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کی شناخت کر سکو تم میں سب سے زیادہ عزت اور فضیلت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ تقویٰ والا ہے)

یایها الناس اتّقوا ربّکُم الّذی خلقکمُ من نفسٍ وّاحِدةٍ وّ خلقَ منها زوجها وبثّ منهما رجالاً کثیراً وّ نساء(٦٦)

"لوگو! اپنے رب سے ڈرو وہ رب جس نے تم کو اکیلی جان سے پیدا کیا اور اس نے اس کا جوڑا پیدا کر دیا اور پھر ان دونوں کی نسل میں سے مردوں اور عورتوں کی ایک بڑی تعداد دنیا میں پھیلا دی"

۲- اخوت:

تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں دین کا رشتہ تمام مسلمانوں کو ایک وحدت میں جوڑ دیتا ہے۔

"انّما المؤمنون اخوة" (٦٧)

(مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں)

ایک حدیث میں ہے:

"ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایسا ہے جیسے دیوار کہ ہر جزو دوسرے جزو کو تقویت پہنچاتا ہے" (۶۸)

۳- حدود و تعزیرات

معاشرے کی اصلاح کے تمام ذرائع اختیار کرنے کے بعد حدود و تعزیرات کا بھی ایک مکمل نظام رکھا گیا ہے۔ اسلام میں قانون کی نظر میں کوئی بالاتر نہیں ہوتا۔ اونچا سے اونچا شخص حتی کہ حکمران وقت بھی قانون کا اسی طرح محکوم ہے جس طرح ایک بے کس فقیر، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ الفاظ قانون کی بالادستی کی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔

"اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو خدا کی قسم میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا" (۶۹)

نظام اسلام کو دیکھ اور پڑھ کر کیا کسی اور دین کی ضرورت رہتی ہے؟ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے ہر شعبہ کو اپنی پاکیزہ تعلیمات سے واضح نہیں کر دیا؟۔ اس نظام حیات کی یہ مختصر تصویر ہے جو ہم نے پیش کی ہے اس کا مطالعہ

کرنے کے بعد کیا کسی بہائی یا قادیانی اور کسی گمراہ مفکر و فلسفی کی تعلیم کی ضرورت باقی رہتی ہے؟

ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنی مخلوق کو گمراہی سے بچائے اور سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

وما توفیقنا الاّ باللّٰہ العلی العظیم

حوالہ جات

۱- آل عمران، ۹

۲- المائدہ، ۳

۳- آل عمران، ۸۵

۴- توبہ، ۱۱۹

۵- تغابن، ۱۴

۶- مائدہ، ۸

۷- البقرہ، ۱۵۳

۸- الحجرات، ۱۰

۹- بنی اسرائیل، ۷۰

۱۰- الحجرات، ۱۳

۱۱- الحج، ۳۰

۱۲- ابراھیم، ۴۲

۱۳- الاسراء، ۳۴

۱۴- الحجرات، ۱۲

۱۵- الرحمن، ۹

۱۶- بنی اسرائیل، ۸۰

۱۷- النحل، ۹۰

۱۸- الحج، ۴۱

۱۹- التوبہ، ۳۳

۲۰- الانعام، ۵۷

۲۱- الفرقان، ۲

۲۲- الاعراف، ۵۴

۲۳- المائدۃ، ۴۴

۲۴- النساء، ۸۰

۲۵- النساء، ۶۴

۲۶- الحشر، ۷

۲۷- النور، ۵۵

۲۸- الشوریٰ، ۳۸

۲۹- آل عمران، ۱۵۹

۳۰- الحج، ۴۱

۳۱- النساء، ۵۹

۳۲- النحل، ۹۰

۳۳- الذاریات، ۱۹

۳۴- الجمعہ، ۹، ۱۰

۳۵- النور، ۳۷

۳۶- الاعراف، ۱۰

۳۷- لقمان، ۲۰

۳۸- متفق علیہ بحوالہ الخطیب التبریزی، مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکوۃ، ص ۱۶۲، باب من لا تحل لہ المسئلہ۔

۳۹- ابو داؤد، السنن، مع عون المعبود (نشر السنہ ملتان)، ج ۲، ص ۴۱

۴۰- متفق علیہ بحوالہ مشکاۃ المصابیح، ص ۱۶۲ (کتاب الزکوۃ)

۴۱- القصص، آیت ۲۲

۴۲- ابو داؤد، السنن، بحوالہ مشکاۃ المصابیح، ص ۱۶۳ (کتاب الزکوۃ)

۴۳- المسند بحوالہ مشکاۃ، ص ۱۶۴

۴۴- البقرہ، ۱۶۸

۴۵- البیہقی ، ابو بکر احمد بن حسین، شعب الایمان بحوالہ مشکاۃ المصابیح، ص ۲۴۲

۴۶- المومنون، ۵۱

۴۷- احمد، المسند، الدارمی، السنن ، البیہقی، شعب الایمان بحوالہ مشکاۃ المصابیح، ص ۲۴۲، باب الکسب وطلب الحلال

۴۸- آل عمران، ۱۳۰

۴۹- النساء، ۲۹

۵۰- الاعراف، ۳۱

۵۱- الحشر، ۷

۵۲- بخاری، الجامع الصحیح، ج ۱، ص ۱۸۸ ، باب اثم مانع الزکوۃ، کتاب الزکوۃ

۵۳- احمد، المسند، ج ۲، ص ۴۵۶، بیہقی، السنن، ج ۶، ص ۲۰۱، ۲۱۴

۵۴- بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکوۃ، باب اخذ الصدقہ من الاغنیاء، ج ۱، ص ۲۰۲-۲۰۳

۵۵- ترمذی، السنن، ج ۱، ص ۸۲، کتاب الزکوٰۃ، باب ما جاء ان صدقہ توخذ من الاغنیاء

۵۶- سید قطب شہید، العدالہ الاجتماعیہ فی الاسلام، ص ۱۴۷

۵۷- الاعراف، ۹۶

۵۸- فصلت، ۴۶

۵۹- ابن عدی، الکامل فی ضعفاء الرجال، ج ۱، ص ۲۶۴، ۲۶۵، ابو نعیم اصفہانی، حلیہ الاولیاء، ج ۷، ص ۳۱۸، احمد، المسند، ج ۳، ص ۵، الھیثمی، مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۲۰۷

۶۰- طہ، ۱۱۴

۶۱- الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۰، ص ۲۴۰، ابن کثیر، البدایہ والنھایہ، ج ۴، ص ۳۲۲، ابن الجوزی، العلل المتناھیہ، ج ۱، ص ۵۴-۵۵

۶۲- ابن ماجہ، السنن، ص ۱۹۹، کتاب الفرائض، باب الحث علی تعلیم الفرائض

۶۳- النجم، ۳۹

۶۴- اسماعیل بن محمد عجلونی، کشف الخفاء، ج ۲، ص ۳۳۶،

ملا علی قاری، الاسرار المرفوعہ، ۲۸۴- ۳۳۹

۶۵- الحجرات، ۱۳

۶۶- النساء، ۱

۶۷- الحجرات، ۱۰

۶۸- احمد، المسند، ج ۴، ص ۴۰۴، ۴۰۵

ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج ۵، ص ۹۹

۶۹- ابن ماجہ، السنن، ص ۱۸۶، کتاب الحدود، باب الشفاعہ فی الحدود

المصادر والمراجع

۱ - قرآن مجید

۲ - ابن احمد المکی، موفق، مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ، حیدر آباد، سنہ ۱۳۲۱ھ

۳ - ابن بدران، عبدالقادر، تہذیب تاریخ دمشق، المکتبہ العربیہ دمشق طبع اوّل، سنہ ۱۳۴۹ھ

۴ - ابن الجوزی، عبدالرحمن، اَلعِلَل المتناھِیَہ فِی الاحَادِیث الوَاھِیَہ دار الکتب العلمیہ بیروت، طبع اوّل، سنہ ۱۴۰۳ھ

۵ - ابن حبّان، محمّد البُستی، صحیح ابن حبّان، مؤسّسہ الرّسالہ بیروت

۶ - ابن حجر، عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری شرح الجامع الصحیح للبخاری، دار الدعوۃ والارشاد الریاض

۷ - ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد، المحلّٰی، مکتبہ النھضہ القاھرہ

۸ - ابن عدی، ابو احمد عبداللہ، الکامل فی ضعفاءِ الرجال، دار الفکر، بیروت

۹ - ابن کثیر، ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر، البدایہ والنھایہ، مطبع السعادۃ

القاھرہ

۱۰ - ایضاً، دار الفکر، القاھرہ

۱۱ - ایضاً، تفسیر القرآن العظیم، القاھرہ

۱۲ - ایضاً، سہیل اکیڈمی لاہور

۱۳ - ابن ماجہ، محمد ابن یزید، السنن مع شرح مفتاح الحاجہ، شارح محمد بن عبداللہ، ادارہ احیاء السنہ النبویہ سرگودھا سنہ ۱۳۹۴ ھ

۱۴ - ابن نُجیم، زید الدین بن ابراھیم المصری، الاشباہ والنظائر فی الفروع، دار الفکر القاھرہ

۱۵ - ابو الاعلیٰ مودودی، سیّد، سیرت سرور عالم، ادارہ ترجمان القرآن لاہور سنہ ۱۹۷۸ء

۱۶ - ابو بکر عمرو بن ابی عاصم، کتاب السّنہ، المکتب الاسلامی بیروت/ دمشق، طبع دوم ۱۹۸۵ء

۱۷ - ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، السنن مع شرح عون المعبود، دار الکتاب العربی بیروت

۱۸ - ایضاً، السنن، دار الفکر القاھرہ

۱۹ - ابو داؤد، الطیالسی، سلیمان بن داؤد بن جارود، المسند، دار

المعرفت بیروت

۲۰- ابو نُعیم اصفہانی، احمد بن عبداللہ، حلیہ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، دار الکتاب العربی بیروت

۲۱- احسان الٰہی ظہیر، علامہ، البابیہ، ادارہ ترجمان السنہ لاہور، طبع اوّل، سنہ ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸م۔

۲۲- ایضاً ، البہائیہ، ادارہ ترجمان السنہ، لاہور، طبع اوّل، سنہ ۱۴۰۰ھ، سنہ ۱۹۸۰م۔

۲۳- احمد، ابن حنبلؒ، المسند، دار الفکر القاہرہ

۲۴- احمد کرمانی، روحی البابی، ہشت بہشت، (فارسی) طبع ہند

۲۵- اسماعیل حقّی، تفسیر روح البیان، القاہرہ

۲۶- بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع دوم سنہ ۱۹۶۱ء

۲۷- ایضاً، دار الفکر بیروت

۲۸- براؤون، الدّراسات فی الدیانہ البابیہ، (انگریزی) طبع لیڈن

۲۹- ایضاً، مقدمہ نقطہ الکاف طبع لیڈن

۳۰- بروکلمان، کارل، تاریخ الشعوب الاسلامیہ (ترجمہ عربی) طبع

مصر

۳۱- البغوی، ابو محمد حسین بن مسعود، معالم التنزیل (علی حاشیہ الخازن) دار الفکر القاھرہ سنہ ۱۹۷۹ء

۳۲- البیضاوی، ناصر الدین ابو سعید عبداللہ بن عمر، انوار التنزیل واسرار التاویل المعروف تفسیر بیضاوی، دار الفکر قاھرہ

۳۳- البیہقی، ابو بکر حسین، السنن، نشر السنہ ملتان پاکستان

۳۴- ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، السنن، قرآن محل کراچی

۳۵- ایضاً، السنن مع شرح تحفہ الاحوذی، ضیاء السنہ فیصل آباد

۳۶- الجلبائی جانی، ابو الفضل، الحجج البھیہ، طبع مصر

۳۷- ایضاً، الفرائد، (فارسی - اردو) طبع پاکستان

۳۸- ایضاً، مجموعہ رسائل، طبع قاھرہ سنہ ۱۹۲۰ء

۳۹- الحاکم، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتاب العربی (بیروت)

۴۰- حشمت علی بہائی، تعلیمات بہاء اللہ (اردو) طبع آگرہ (ہندوستان)

۴۱- حیدر علی بہائی ایرانی، بہجہ الصدور، طبع ایران

۴۲- ایضاً، ایضاً، طبع ہندوستان

۴۳- خازن، علاء الدین علی بن محمد، لباب التاویل فی معانی التنزیل، المعروف تفسیر خازن، (مع حاشیہ تفسیر معالم التنزیل للبغوی) دار الفکر القاھرہ، سنہ ۱۹۷۹ء

۴۴- خاوری بہائی، اشراق، اسرار ربّانی، طبع ہندوستان

۴۵- ایضاً، تاریخ بہائیہ، طبع ہندوستان

۴۶- ایضاً، بدائع الآثار فی اسفار مولیٰ الدیّار، (فارسی) طبع ہندوستان

۴۷- ایضاً، رحیق مختوم، طبع ہندوستان

۴۸- ایضاً، گنجینہ حدود و احکام (خزینہ حدود و احکام)، طبع ہندوستان

۴۹- الخطیب التبریزی، ولی الدین محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ المصابیح، کتب خانہ رشیدیہ دہلی

۵۰- ایضاً، ایضاً، مع تحقیق شیخ ناصر الدین البانی، المکتب الاسلامی بیروت دمشق

۵۱- دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن، السنن، طبع مدینہ منورہ

۵۲- ایضاً، دار الکتاب العربی بیروت سنہ ۱۴۰۷ھ

۵۳- راغب، اصفہانی، ابو القاسم حسین بن محمد، معجم مفردات

لالفاظ القرآن، المکتبہ المرتضویہ تہران

۵۴- رشید رضا سیّد، تاریخ الاستاذ والامام، القاھرہ

۵۶- زرندی البجائی، مطالع الانوار، القاھرہ

۵۷- زمخشری، ابو القاسم جار اللہ محمود بن عمر، الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل، طبع مصطفیٰ البابی واولادہ القاھرہ

۵۸- سلیم قبعین البجائی، عبد البجا والبجائیہ، قاھرہ سنہ ۱۹۲۲ء

۵۹- سیّوطی، جلال الدین عبد الرحمن، تفسیر دُرِّ منشور، قاھرہ

۶۰- سیّوطی، جلال الدین عبد الرحمن، محلّی، جلال الدین محمد بن احمد، تفسیر جلالین، سعید اینڈ کمپنی کراچی

۶۱- سیّد قطب شہید، العدالہ الاجتماعیہ، بیروت طبع ہفتم سنہ ۱۳۸۷ھ

۶۲- شوکانی، محمد بن علی، تفسیر فتح القدیر، دار الفکر بیروت، سنہ ۱۹۸۳ء

۶۳- شہرستانی، عبدالکریم، الملل والنحل، دار المعرفہ بیروت سنہ ۱۳۵۵ھ

۶۴ - شیرازی، علی محمد باب، البیان والبرھان، طبع پاکستان

۶۴ - ۱ - طبرانی، ابو القاسم سلیمان، المعجم الکبیر، دار العربیہ بغداد طبع اوّل ۱۴۰۰ ھ

۶۴ - ۲ - طبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، دار القلم بیروت

۶۴ - ۳ - ایضاً، جامع البیان عن تاویل آی القرآن المعروف تفسیر طبری، مصطفیٰ البالی واولادہ القاھرہ

۶۴ - ۴ - الطحاوی، ابو جعفر احمد، العقیدۃ الطحاویہ (مع شرح)، دار المعارف القاھرہ

۶۵ - عبدالبھا عباس آفندی، الواح الوصایا المبارکہ، (فارسی) طبع پاکستان

۶۶ - ایضاً، خطابات عبدالبھاء (فارسی) طبع ہندوستان

۶۷ - ایضاً، لوح المیر اصغر علی (فارسی)، طبع القاھرہ

۶۸ - ایضاً، محادثات پیرس، القاھرہ

۶۹ - ایضاً، مقالہ سائح، طبع ہندوستان

۷۰ - ایضاً، مکاتیب عبدالبھاء، قاھرہ

۷۱- عبدالحسین آوارہ، الکواکب الدریہ فی معاصر البھائیہ، القاہرہ سنہ ۱۹۲۳ء

۷۲- عجلونی، اسماعیل بن محمد، کشف الخفاومزیل الالباس عمّا اُشتُہِرَ مِنَ الاحادیث علی السنہ النّاس، مؤسسہ الرسالہ بیروت سنہ ۱۹۸۳ء

۷۳- علی المتقی الہندی، علاء الدین، کنزُ العُمّال فی سنن الاقوال والافعال، مؤسسہ الرسالہ بیروت سنہ ۱۹۷۹ء

۷۴- عمر عنایت، العقائد، القاہرہ

۷۵- غلام احمد قادیانی، تحفہ قیصریہ، طبع ہندستان

۷۶- کِنیاز، پرنس دالعوزکی، پرنس دالعوزکی (اردو) پاکستان

۷۷- گولڈزیہر، العقیدہ والشریعہ القاہرہ

۷۸- لاسلمت بہائی، بہاء اللہ والعصر الجدید، القاہرہ

۷۹- مازندرانی، مرزا حسین علی الاشراقات محفل ملی ایران

۸۰- ایضاً، الاقدس، بمبئی/ بغداد/ پاکستان

۸۱- ایضاً، الایقان، ہندوستان / پاکستان

۸۲- ایضاً، تجلیات، ہندوستان

۸۳- ایضاً، الرسالہ السلطانیہ، بغداد/ہندوستان

۸۴- ایضاً، سورۃ الامین، پاکستان

۸۵- ایضاً، سورۃ الھیکل، القاھرہ

۸۶- ایضاً، کلماتِ الھیہ من مجموعہ الالواح (فارسی)، طبع پاکستان

۸۷- ایضاً، کلماتِ فردوسیہ (فارسی) طبع ہندوستان

۸۸- ایضاً، لوح ابن ذہب، طبع پاکستان

۸۹- ایضاً، لوح احمد، طبع پاکستان

۹۰- ایضاً، لوح الاعظم الابھی (پاکستان)

۹۱- ایضاً، لوح باسم المقتدر علیٰ ما یشاء (قاھرہ)

۹۲- ایضاً، لوح العالم، پاکستان

۹۳- ایضاً، لوح کاظم، طبع ہندوستان

۹۴- ایضاً، لوح ملکہ وکٹوریہ، طبع قاھرہ

۹۵- ایضاً، مجموعہ الالواح، قاھرہ

۹۶- محمد جمیل، فتاۃ الشرق فی حضارۃ الغرب، قاھرہ

۹۷- مرزا محمد مھدی خان، مفتاح باب الابواب، قاھرہ

۹۸- مرزا جانی الکاشانی، نقطۃ الکاف، طبع لیڈن

۹۹- مُسلم، ابن الحجاج، الجامع الصحیح، نور محمد اصح المطابع کراچی،

طبع دوم سنہ ۱۹۵۶ء

۱۰۰ - ملا علی قاری، الاسرار المرفوعہ فی الاحادیث الموضوعہ، مؤسسہ الرسالہ بیروت

۱۰۱ - ایضاً، شرح فقہ اکبر، القاہرہ

۱۰۲ - النسائی، ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب، السنن، المکتبہ السلفیہ لاہور، طبع دوم سنہ ۱۹۷۶ء

۱۰۳ - نظام، الشیخ وجماعہ العلماء، الفتاویٰ العالمگیریہ المعروف بالفتاویٰ الہندیہ، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان، طبع دوم سنہ ۱۹۸۳ء

۱۰۴ - الہمدانی، مرزا حسین، تاریخ جدید (فارسی)، ایران

۱۰۵ - الہیثمی، نور الدین علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، مؤسسہ المعارف بیروت سنہ ۱۹۸۶ء

۱۰۶ - دائرہ المعارف (اردو) پنجاب یونیورسٹی لاہور

۱۰۷ - دائرہ المعارف للمذاہب والادیان، طبع القاہرہ

۱۰۸ - دروس الدیانہ البہائیہ، القاہرہ

۱۰۹ - مجلہ کوکب ہند، جون سنہ ۱۹۲۸ء

۱۱۰ - مجلہ المنار، شوال سنہ ۱۳۲۸ھ (القاہرہ)

ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر کی دیگر کتب

طبع شدہ عربی کتب

۱- تسمیہ المشائخ الذین روی عنھم الامام البخاری فی الجامع الصحیح للحافظ ابن مندہ (ت ۳۹۵ھ) (تحقیق ودراسہ)

۲- کشف النقاب عما روی الشیخان للاصحاب للحافظ العلائی (ت ۷۶۱ھ) تحقیق ودراسہ

۳- الاسراء والمعراج حقائق واسرار

۴- سیرت نبوی کے مصادر ومراجع

۵- معراج النبی پر کئے گئے اعتراضات کا علمی جائزہ

۶- تفسیر قرآن کا مفہوم آداب اور تقاضے

غیر مطبوعہ کتب

سیرۃ سید العوالم (ابن الفافا، تحقیق ودراسہ)

۲- حمیدیۃ الزمان بافضلیہ الرسول الاعظم بنص القرآن (تحقیق ودراسہ)

۳- سلک الدرر (مؤلف محمد صدیق لاہوری) (تحقیق ودراسہ)

۴- التحدیث فی علوم الحدیث

۵- امام بغوی سوانح و خدمات (انگریزی)

۶- ھکذا علمتنی الحیاۃ (ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کی کتاب اور ترجمہ)

۷- مقالات سیرت

۸- خصائص المسند الامام احمد بن حنبل، لابی موسیٰ المدینی (تحقیق ودراسہ)

۹- مسند سفیان بن عیینہ، تحقیق ودراسہ

۱۰- الاربعین الطائیہ (محمد بن محمد الطائی ت ۵۵۵ھ) تحقیق ودراسہ

۱۱- ترجمہ شرح نخبہ الفکر (انگریزی)

۱۲- الاستدرک علی الاستیعاب لابن عبدالبر --- للحافظ ابی اسحاق ابراھیم بن احمد